ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
5
www.tanzeem.org
12 تا 18 جمادی الاولیٰ 1439ھ/30 جنوری تا 5 فروری 2018ء

فردِ جرم سے بچئے

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ⑰﴾ (القمر)

’’اور ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لیے بہت آسان کر دیا ہے۔ اب ہے کوئی نصیحت لینے والا۔‘‘

مطلب یہ ہے کہ ہم نے قرآن کو ذکر و تذکر کے لیے، نصیحت حاصل کرنے کے لیے اور اسے عملی زندگی میں اپنانے کے لیے آسان بنایا ہے۔ اب تم میں سے ہے کوئی جو اس نصیحت پر عمل کرے؟ اس سے ثابت ہوا کہ قرآن مجید سارے کا سارا اس نقطۂ نظر سے پڑھنا کہ اس کو پڑھ کر نصیحت حاصل کرنا ہے، اور اس پر عمل کرنا ہے، یہ سب پر فرض ہے۔ البتہ قرآن مجید سے فقہی مسائل کا استنباط اور اس کی تفسیر کے علوم کا حاصل کرنا سب مسلمانوں پر فرض نہیں ہے۔ ہر مسلمان کو یہ دیکھنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نام کیا پیغام بھیجا ہے؟ یہ ایک دستی خط آیا ہے۔ اور یہ کسی عام آدمی کے ہاتھوں نہیں بلکہ سید الاوّلین والآخرین کے ہاتھوں ہم تک پہنچا ہے۔ پیغام بھیجنے والے نے تاکید کے ساتھ متنبہ کیا ہے کہ وہ تم سب سے اس خط کا جواب بھی لے کر رہے گا۔ اس نے بار بار تاکید کر دی ہے کہ اگر تم نے اس خط کو اچھی طرح سے پڑھ کر پورے خلوص کے ساتھ نہ سمجھا اور اس پر عمل نہ کیا تو یہی نبی ﷺ جو خط لے کر تمہارے پاس آئے ہیں، یومِ حساب تمہارے خلاف دعویٰ دائر کریں گے۔ .... رہ گئے پڑھے لکھے جاہل جنہوں نے ایم اے اور پی ایچ ڈی تو کر لیا لیکن قرآن و حدیث کو سمجھنے کی تکلیف گوارا نہیں کی تو ان حضرات کو سمجھ لینا چاہیے کہ ان کا معاملہ انتہائی خطرناک ہے۔ ان پر یہ فردِ جرم عائد ہوگی کہ یہ دنیا جہان کے اناپ شناپ کو تیار تھے اور ایرے غیرے کے پیغام کو سینے سے لگاتے رہے مگر انہوں نے اللہ تعالیٰ کے پیغام کو درخورِ اعتنا نہ سمجھا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے محبوب کی سنت سے منہ موڑے رکھا۔ کتاب و سنت کے علم سے بے پروائی وہ جرم ہے جس کے مرتکب مشرکین مکہ ہوئے تھے، انہوں نے بھی حضور ﷺ کی دعوت اور اللہ کے پیغام سے اعراض کیا تھا۔

ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ

اس شمارے میں

ظلمِ عظیم

یہود و ہنود کا گٹھ جوڑ اور منافقین کا انجام

مطالعۂ کلامِ اقبال (56)

مال روڈ شو: مقاصد کیا ہیں؟

سلطانی و شیطانی بھم کرد

پاکستان میں متحدہ نظامِ تعلیم کا خاکہ

اسرائیل سے گریٹر اسرائیل اور پاکستان

الھدیٰ (789)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعاؤں کی قبولیت

سُورۃ طٰہٰ — بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ — آیات: 36 تا 39

قَالَ قَدۡ اُوۡتِیۡتَ سُؤۡلَکَ یٰمُوۡسٰی ﴿۳۶﴾ وَ لَقَدۡ مَنَنَّا عَلَیۡکَ مَرَّۃً اُخۡرٰۤی ﴿۳۷﴾ اِذۡ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰۤی اُمِّکَ مَا یُوۡحٰۤی ﴿۳۸﴾ اَنِ اقۡذِفِیۡہِ فِی التَّابُوۡتِ فَاقۡذِفِیۡہِ فِی الۡیَمِّ فَلۡیُلۡقِہِ الۡیَمُّ بِالسَّاحِلِ یَاۡخُذۡہُ عَدُوٌّ لِّیۡ وَ عَدُوٌّ لَّہٗ ؕ وَ اَلۡقَیۡتُ عَلَیۡکَ مَحَبَّۃً مِّنِّیۡ ۬ۚ وَ لِتُصۡنَعَ عَلٰی عَیۡنِیۡ ﴿ۘ۳۹﴾

آیت ۳۶ ﴿قَالَ قَدۡ اُوۡتِیۡتَ سُؤۡلَکَ یٰمُوۡسٰی ﴿۳۶﴾﴾ ’’فرمایا: اے موسیٰؑ تمہیں عطا کر دیا گیا جو تم نے طلب کیا۔‘‘

تمہاری درخواست ہم نے من وعن قبول کر لی۔

آیت ۳۷ ﴿وَ لَقَدۡ مَنَنَّا عَلَیۡکَ مَرَّۃً اُخۡرٰۤی ﴿۳۷﴾﴾ ’’اور ہم تو تم پر احسان کر چکے ہیں ایک مرتبہ پہلے بھی۔‘‘

آیت ۳۸ ﴿اِذۡ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰۤی اُمِّکَ مَا یُوۡحٰۤی ﴿۳۸﴾﴾ ’’جب ہم نے تمہاری والدہ کی طرف وحی کی تھی جو (اب تمہیں) وحی کی جا رہی ہے۔‘‘

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے زمانے میں بھی فرعون کا حکم تھا کہ بنی اسرائیل میں سے کسی کے ہاں اگر بیٹا پیدا ہو تو اسے قتل کر دیا جائے اور صرف ان کی بیٹیوں کو زندہ رہنے دیا جائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو وحی یا الہام کے ذریعے ان کے نومولود بچے کے بارے میں ہدایت کی:

آیت ۳۹ ﴿اَنِ اقۡذِفِیۡہِ فِی التَّابُوۡتِ فَاقۡذِفِیۡہِ فِی الۡیَمِّ﴾ ’’کہ اس کو ایک صندوق میں بند کرو‘ پھر اسے دریا میں ڈال دو‘‘

﴿فَلۡیُلۡقِہِ الۡیَمُّ بِالسَّاحِلِ یَاۡخُذۡہُ عَدُوٌّ لِّیۡ وَ عَدُوٌّ لَّہٗ ؕ﴾ ’’چنانچہ دریا اسے ساحل پر ڈال دے گا‘ (وہاں سے) اس کو اٹھا لے جائے گا وہ جو میرا بھی دشمن ہے اور اس (بچے) کا بھی دشمن ہے۔‘‘

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے آپؑ کو صندوق میں بند کر کے دریا میں ڈال دیا۔ آپؑ کی بڑی بہن اپنی والدہ کی ہدایت کے مطابق صندوق پر نظر رکھے ساحل کے ساتھ ساتھ چلتی رہی۔ صندوق کے شاہی محل میں پہنچنے کی خبر بھی بچی کے ذریعے والدہ کو مل گئی۔ ادھر فرعون بچے کو قتل کرنے پر تُلا ہوا تھا۔ اس کی بیوی حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا (جو بنی اسرائیل میں سے تھیں اور نیک خاتون تھیں) نے اس کو سمجھایا کہ ہمارے ہاں اولاد نہیں ہے‘ یہ بچہ میری اور آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک ثابت ہو گا‘ ادھر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چہرے کو انتہائی پرکشش بنا دیا تھا۔ جو شخص بھی دیکھتا آپؑ کا گرویدہ ہو جاتا تھا۔

﴿وَ اَلۡقَیۡتُ عَلَیۡکَ مَحَبَّۃً مِّنِّیۡ ۬ۚ وَ لِتُصۡنَعَ عَلٰی عَیۡنِیۡ ﴿ۘ۳۹﴾﴾ ’’اور (اے موسیٰ علیہ السلام!) میں نے تم پر اپنی محبت کا پرتو ڈال دیا‘ تاکہ تم کو پالا جائے میری آنکھوں کے سامنے۔‘‘

فرمان نبویؐ

مسلمان بھائی کی آبرو کی حفاظت

عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: ((مَنِ اغْتِیْبَ عِنْدَہٗ اَخُوْہُ الْمُسْلِمُ وَھُوَ یَقْدِرُ عَلٰی نَصْرِہٖ فَنَصَرَہٗ نَصَرَہُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ فَاِنْ لَّمْ یَنْصُرْہُ وَھُوَ یَقْدِرُ عَلٰی نَصْرِہٖ اَدْرَکَہُ اللّٰہُ بِہٖ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ)) (رواہ البغوی فی شرح السنہ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’جس شخص کے سامنے اس کے کسی مسلم بھائی کی غیبت اور بدگوئی کی جائے اور وہ اس کی نصرت وحمایت کر سکتا ہو تو کرے (یعنی غیبت و بدگوئی کرنے والے کو اس سے روکے یا اس کا جواب دے اور مداخلت کرے) تو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کی مدد فرمائے گا۔ اور اگر قدرت حاصل ہونے کے باوجود وہ اس کی نصرت و حمایت نہ کرے (نہ غیبت کرنے والے کو غیبت سے روکے نہ جوابدہی اور مدافعت کرے) تو اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کو اس کی کوتاہی پر پکڑے گا (اور اس کی سزا دے گا)۔‘‘

تشریح: اس حدیث سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ایک بندۂ مسلم کی عزت و آبرو اللہ تعالیٰ کے نزدیک کس قدر محترم ہے۔ صرف غیبت کرنے والا ہی گناہ گار نہیں بلکہ سننے والا بھی اگر استطاعت رکھنے کے باوجود غیبت کرنے والے کو روکتا اور سمجھاتا نہیں تو وہ بھی گناہ گار ہے۔ ثابت ہوا کہ ایک مسلمان بھائی کی حفاظت و حمایت کس درجہ کا فریضہ ہے اور اس میں کوتاہی کس درجہ کا سنگین جرم ہے۔

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

12 تا 18 جمادی الاولیٰ 1439ھ جلد 27
30 جنوری تا 5 فروری 2018ء شمارہ 05

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فریداللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 36366638
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور-54700
فون: 35869501-03 فیکس 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرونِ پاکستان
انڈیا---------------------(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ظلمِ عظیم

قرآن پاک کی سورۃ الکہف میں دو دوستوں کا ذکر ہے۔ ان میں سے ایک اچھی پیداوار دینے والے پھلوں کے دو باغوں کا مالک تھا۔ آمدن کثیر تھی، اچھی خاصی تعداد میں ملازمین تھے۔ گویا آج کی زبان میں وہ ایک بڑا زمیندار اور وڈیرہ تھا۔ وہ اس سب کچھ کو اپنی ذاتی کاوش کا نتیجہ سمجھتا تھا اور کبھی اُس کے حاشیہ خیال میں یہ بات نہ آتی تھی کہ میرا یہ سب کچھ تباہ و برباد بھی ہوسکتا ہے۔ قیامت کے بارے میں اُس کا گمان تھا کہ اولاً تو اس کا کوئی ایسا امکان نہیں کہ وہ قائم ہو اور اگر ایسا ہوا بھی تو وہ ہر صورت نوازا ہی جائے گا۔ جبکہ اُس کا دوست اُسے سمجھاتا تھا کہ اُس اللہ کا انکار نہ کرو جو تجھے وجود میں لایا، جبکہ تم کچھ بھی نہ تھے اور کاش تم اس خوشحالی پر اللہ کا شکر ادا کرتے اور اسے اللہ کی دَین قرار دیتے ہوئے اپنی عاجزی اور انکساری کا اظہار کرتے اور تم شرک کا ارتکاب نہ کرو۔ ایسا نہ ہو کہ آسمان سے تمہارے باغ پر کوئی آفت نازل ہو۔ پھر وہی کچھ ہوا جس کا اللہ پر کامل یقین رکھنے والے دوست نے خدشہ کا اظہار کیا تھا۔ اُس کے باغ پر عذاب نازل ہوا اور اُس نے افسوس سے اپنے ہاتھ ملتے ہوئے کہا کہ کاش میں واحد رب کے شرک کا مرتکب نہ ہوتا۔

ان دونوں دوستوں کا قصہ پڑھنے سے یہ احساس تو ہوتا ہے کہ باغوں کے مالک نے اپنی دولت کے گھمنڈ میں قیامت کے قائم ہونے پر شک و شبہ کا اظہار کیا اور اللہ کی بجائے اپنی دولت پر بھروسا کیا جو یقیناً کفر کی علامت ہے۔ لیکن اپنی اس دولت کو اُس نے غیر اللہ سے منسوب نہیں کیا کہ یہ فلاں دیوی یا دیوتا کی عطا ہے۔ وہ کسی غیر اللہ کی پرستش اور پوجا کرتا ہوا بھی نہ پایا گیا۔ تب بھی اُس کے دوست نے کہا کہ اللہ کے ساتھ شرک مت کرو۔ اور پھر جب باغ پر عذاب نازل ہوا تو خود اُس نے بھی کہا کہ کاش میں شرک کا ارتکاب نہ کرتا۔ حقیقت یہ تھی کہ اُس جاگیردار، اُس وڈیرے اور سرمایہ دار کا سارا بھروسا اور انحصار اپنی دولت اور اپنے غلاموں پر تھا لہٰذا نہ صرف اُس کے دوست نے اُسے شرک کا مرتکب قرار دیا بلکہ عذاب کے بعد جب اُس کا دماغ ٹھکانے لگا تو خود اُس نے بھی اس شرک کا اعتراف کیا اور اپنے ماضی کے رویے کو شرک جانا۔

تمام دنیا اور غیر مسلموں کی بات کو تو ایک طرف رکھیے، ہم فی الحال صرف پاکستانی معاشرے کا تجزیہ کرتے ہیں جو 95 فیصد سے زیادہ مسلمانوں پر مشتمل ہے۔ ہماری ہوسِ زر اور صحیح تر الفاظ میں زر پرستی، معاشی خوشحالی اور برتری کے جنون نے اجتماعی زندگی کے دوسرے گوشوں جن کا تعلق سیاست اور معاشرت سے ہے، اُنہیں بھی تباہی اور بربادی کی آخری حد تک پہنچا دیا ہے۔ پاکستان جب نیا نیا معرضِ وجود میں آیا تھا تو مقامی لوگوں نے ہندوستان سے آنے والے مہاجرین کا استقبال کیا اور مالی و معاشی قربانیوں کی کئی مثالیں سامنے آئیں، اگرچہ کچھ بے ضابطگیاں بھی ہوئیں، لیکن بحیثیتِ مجموعی

دنیوی مال و متاع کے حوالے سے اچھا کردار سامنے آیا۔ ایوب خان کے مارشل لاء سے پہلے پہلے پاکستان سیاسی عدم استحکام کا شکار یقیناً ہوا۔ گیارہ سال میں سات حکومتیں بنی اور ٹوٹ گئیں۔ کرپشن کی شکایات اُس دور میں بھی سننے میں آئیں، لیکن وہ عددی لحاظ سے بھی بہت کم تھیں اور اپنے حجم کے اعتبار سے بھی پھیلی ہوئی نہ تھیں۔ ایوب خان کے دور کا آغاز بھی اس حوالے سے بہت اچھا تھا۔ کرپشن ڈھونڈ کر نکالی جا سکتی تھی، لیکن پھر بدقسمتی سے کرپشن کا یہ مرض ایوب خان کے دور میں ہی بڑھنا شروع ہوا اور پھر بڑھتا ہی چلا گیا۔ آج اشخاص ہی نہیں بحیثیت مجموعی معاشرہ زر پرستی میں ڈوب چکا ہے۔ زبان پر اللہ تعالیٰ اور رسول مکرم ﷺ کا ذکر ہے۔ لیکن عملی لحاظ سے اگر کہا جائے کہ اکثریت ہوسِ زر میں نفسیاتی مریض اور جنونی ہو چکی ہے تو غلط نہ ہوگا۔ ہماری سیاست دولت کے گرد گھوم رہی ہے۔ ہماری معاشرت کو دولت نے ڈھانپ لیا۔ ہماری مشرقی روایات دم توڑ چکی ہیں۔ عزت اور شہرت کا تعلق اچھے کردار اور دیانت داری سے منقطع ہو چکا ہے اور یہ دولت مند کے قدموں پر نچھاور ہو چکی ہیں۔ کبھی رشوت خور معاشرے میں نکو اور قابل نفرت تھا اور طعنے سنتا تھا۔ آج چند ہزار تنخواہ لینے والا سرکاری ملازم اگر اُمراء کی طرح زندگی بسر کر رہا ہے تو یہ اُس کی مہارت اور ذہانت سمجھی جاتی ہے اور اُس کا قرب حاصل کرنے میں فخر سمجھا جاتا ہے۔

عجب قوم ہیں ہم انتظامیہ اور پولیس کے ماورائے عدالت قتل عام پر سخت احتجاج کرتے ہیں۔ مجرموں کو عدالتوں میں پیش کرتے اور قانون کے مطابق سزا دلانے کی بات کرتے ہیں۔ لیکن حکومتی مشینری انتہائی بددیانت ہے۔ اور عدالتی نظام تباہ و برباد ہو چکا ہے۔ جس کے نتیجہ میں اکثر مجرم صاف بچ نکلتا ہے اور بے گناہ پھانسی کے پھندے پر جھول جاتا ہے۔ یہ ایک سرکل بنا ہوا ہے۔ وہ حکومت جو اسمبلی کے اُن ارکان پر مشتمل ہو جو اربوں روپے خرچ کر کے انتخابات جیت کر آتے ہیں، وہ سرکاری فنڈز کی لوٹ مار اور بھتہ خوری اور ناجائز ذرائع اختیار نہ کریں تو اپنے انتخابی اخراجات کہاں سے پورے کریں؟ چنانچہ وہ قانون پر عمل درآمد کروانے والی اُن ایجنسیوں سے جن کے پاس قوتِ نافذہ ہوتی ہے، اُس سے گٹھ جوڑ کرتے ہیں۔ لہٰذا جونیئر کلرک اور سپاہی سے لے کر چیف سیکرٹری اور آئی جی پولیس تک اس کرپشن جیسے معاشی دہشت گردی کہنا چاہیے، اُس کا حصہ بنتے ہیں۔ الا ماشاء اللہ۔

ان ہی گروہوں نے عدالتوں میں بھی اپنے پنجے گاڑھے ہوئے ہیں۔ عدل و قسط اور انصاف کہاں سے برآمد ہو؟ جو پولیس آفیسر کسی وزیر یا اعلیٰ حکومتی عہدہ دار کو فائدہ پہنچانے کے لیے قانون کا غلط نفاذ کر کے ایسی معاشی دہشت گردی کا ارتکاب کرے گا، وہ اپنی ذات کے لیے کیا کچھ نہیں کرے گا؟ کون اُس کے محاسبے کی جراءت کرے گا جبکہ سرکار اُس کی پشت پر ہے۔ گویا دولت کے جنون اور زر پرستی نے ہمارے انتظامی اور سیاسی ڈھانچے کو تباہ و برباد کر رکھا ہے، جس سے اس پاک سرزمین پر فساد پھیل چکا ہے۔ معاشرتی بگاڑ بھی دولت کے جنون نے پیدا کیا ہے۔ یہ سن کر کلیجہ منہ کو آتا ہے کہ پورنوگرافی خصوصاً چائلڈ پورنوگرافی انڈسٹری اب پاکستان میں بھی ترقی کی منازل طے کر رہی ہے۔ قصور میں ہونے والے سانحات کا اسی انڈسٹری سے تعلق جڑتا نظر آ رہا ہے۔ دولت جب یوں برستی ہے تو یہ انسان جو خود کو فنکار سمجھتا ہے، وہ اسے اپنی اعلیٰ صلاحیتوں کا شاہکار جانتا ہے تو پھر یہ خواہش پیدا ہوتی ہے کہ اس کا اظہار ہونا چاہیے اور دنیا کو معلوم ہونا چاہیے کہ میرے پاس کیا کچھ ہے۔ یوں یہ جرم رہے سہے لوگوں میں زر کے حصول کی خواہش کو جنم بھی دیتا ہے اور پروان بھی چڑھاتا ہے۔

دولت کے انبار سے صحیح معنوں میں لطف اندوز ہونے کے لیے جب دیارِ مغرب سے آرام و آسائش کا سامان درآمد کیا جاتا ہے تو اُن کا کلچر بھی ساتھ چلا آتا ہے۔ بلکہ یہ سٹیٹس علامت بن جاتا ہے اور دولت کی فراوانی کے بغیر یہ سٹیٹس حاصل کرنا ممکن نہیں رہتا۔ لہٰذا دولت حاصل کرو جیسے تیسے ممکن ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ جس کے پاس دولت نہیں، معاشرے میں اُس کی کوئی حیثیت نہیں۔ وہ سیاست نہیں کر سکتا' وہ نیک نام اور عزت دار نہیں ہو سکتا۔ حتیٰ کہ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ ہمارے موجودہ غیر منظم اور بکھرے ہوئے معاشرے میں تو آہستہ آہستہ اُن کا انسانی سطح پر زندہ رہنا بھی دشوار ہوتا جا رہا ہے۔

پاکستان کی تاریخ پر غور کیجیے، جوں جوں ہوس زر میں اضافہ ہوا ہم سیاسی اور معاشرتی سطح پر تنزلی اور گراوٹ کا شکار ہوئے اور اب یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ ہم زبان سے اللہ کو رب مانتے ہیں، اُس پر توکل کا زبانی اعلان کرتے ہیں لیکن ہمارے دل و دماغ میں دھن اور دولت سوار ہے۔ ہمارا حقیقی انحصار اور بھروسا مادی دنیا پر ہے۔ یہی وہ شرک ہے جس کا اللہ ربّ العزت نے قرآن پاک کی مذکورہ بالا سورت میں بیان فرمایا ہے۔ یاد رہے قرآن پاک نے شرک کو ظلمِ عظیم قرار دیا ہے۔ آئیے! اللہ تعالیٰ پر بھروسا کریں، دنیا کے مال و متاع کو اُس کی رضا کے مطابق استعمال کریں۔ پھر سیاسی، معاشی اور معاشرتی مسائل چاہے انفرادی سطح پر ہوں یا اجتماعی سطح پر، سب حل ہوں گے۔ ان شاء اللہ

☆☆☆

یہود و ہنود کا گٹھ جوڑ اور منافقین کا انجام

(اسلامی تعلیمات کی روشنی میں)

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے 19 جنوری 2018ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

محترم قارئین! یوں تو مدت ہوئی مسلمانوں کا عرصہ حیات پوری دنیا میں اسلام دشمن قوتوں نے تنگ کیا ہوا ہے جس میں سال بہ سال تیزی آ رہی ہے۔ سال 2018ء کے آغاز سے ہی اس تیزی میں مزید اضافہ ہو چکا ہے اور مسلمانوں کے بہت بڑے دشمن آپس میں مزید قریب آ رہے ہیں اور یہ سارا گٹھ جوڑ اسلام دشمنی میں ہو رہا ہے۔ قرآن چونکہ کتاب الھدیٰ ہے۔ اس میں زندگی کے ہر ہر گوشے کے حوالے سے راہنمائی موجود ہے۔ مسلمانوں سمیت تمام نوع انسانی کو قیامت تک کے لیے جس ہدایت کی ضرورت ہے اس کو قرآن مجید کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا کر دیا ہے۔ اسی کی تفصیل اور تشریح احادیث مبارکہ ہیں اور یہ دونوں مل کر کامل اور جامع ہدایت کا نمونہ پیش کرتے ہیں۔

انسان کو راہنمائی کی ضرورت کیوں ہے؟ اصل میں یہ دنیا امتحان گاہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس زمین پر امتحان کے لیے بھیجا ہے:

﴿لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا﴾ ''تاکہ تمہیں آزمائے کہ کون ہے تم میں سے اچھے عمل کرنے والا۔'' (ھود:7)

لہٰذا کون کامیاب ہے اور کون ناکام ہے، اس کا فیصلہ یہاں نہیں ہوگا۔ یہاں تو کامیابی اور ناکامی کے اپنے معیارات ہیں جن کا اصل کامیابی اور ناکامی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ لیکن یہ بات سمجھنے کے لیے آج ہم مسلمان بھی تیار نہیں ہیں۔ جبکہ قرآن واضح طور پر بتا رہا ہے:

﴿لَتُبْلَوُنَّ فِيْٓ اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ﴾ ''(مسلمانو! یاد رکھو) تمہیں لازماً آزمایا جائے گا تمہارے مالوں میں بھی اور تمہاری جانوں میں بھی۔'' (آل عمران:186)

بظاہر دنیا میں کوئی کامیاب ہوا ہے تو یہ بھی اس کے لیے ایک آزمائش ہے کہ وہ اب کیا کرتا ہے اور جو کچھ کرے گا اس کے مطابق آخرت میں فیصلہ ہوگا۔ چنانچہ دنیا کی اس آزمائش میں کامیابی کے لیے ایک تو اللہ نے ہر انسان کو جبلی طور پر ہدایت بخشی ہے۔ مثلاً پیدائش کے فوراً بعد بچہ اپنی خوراک کے لیے کوشاں ہوتا ہے۔ اسی طرح اپنی جان و مال کی حفاظت بھی انسان کی جبلت کا حصہ ہے۔ آج کل ایک جملہ عام بولا جاتا ہے: ''اپنا خیال رکھیے گا''۔ حالانکہ اپنا خیال تو ہر کوئی رکھتا ہی ہے۔ اصل میں ضرورت تو اپنی آخرت کا خیال رکھنے کی ہے۔ بہرحال اسی طرح خیر و شر کی

مرتب: ابوابراھیم

تمیز، نیکی اور بدی کا فرق بھی ہر شخص کو جبلی طور پر معلوم ہے۔

﴿فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ۝﴾ ''پس اس کے اندر نیکی اور بدی کا علم الہام کر دیا۔'' (الشمس)

کیا صحیح ہے اور کیا غلط ہے؟ اس کا علم جبلی طور پر ہر انسان کو عطا کیا گیا ہے۔ البتہ تفصیلی راہنمائی کے لیے اللہ تعالیٰ نے نبوت و رسالت کا انتظام کیا اور کامل ہدایت آنحضور ﷺ کے ذریعے دی گئی۔ یہ راہنمائی زندگی کے ہر گوشے کے لیے ہے۔ معیشت، معاشرت، سیاست، امور ریاست، عبادات، قانون و انصاف سمیت زندگی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جس کے حوالے سے قرآن و سنت میں راہنمائی موجود نہ ہو۔ اسی میں ایک گوشہ یہ بھی ہے کہ مسلمانوں کے دشمن کون ہیں اور دوست کون ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس حوالے سے بھی بے خبر نہیں رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ہر حوالے سے اتنی تفصیلی راہنمائی دی ہے کہ کفار طعنہ دیا کرتے تھے کہ تمہارے نبیؐ تو تمہیں چھوٹی چھوٹی باتیں بھی بتاتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں کہہ دو ہمارے نبیؐ نے ہمیں صفائی اور استنجا وغیرہ کے حوالے سے بھی راہنمائی دی ہے۔ یعنی زندگی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں چھوڑا جس کے بارے میں راہنمائی نہ دی ہو تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اس انتہائی اہم ایشو پر تعلیم نہ دی ہو کہ مسلمانوں کے دشمن کون ہیں اور دوست کون ہیں؟ یہ اور بات ہے کہ ہم نے اس راہنمائی سے بالکل صرف نظر کیا ہوا ہے۔ ہماری خارجہ پالیسی اسی راہنمائی کی بنیاد پر ہونی چاہیے تھی لیکن ایسا نہیں ہے۔ حالانکہ یہ راہنمائی ہمیں اسی لیے دی گئی تھی کہ ہماری عقل کامل نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے جسے ہمیں اپنا دوست سمجھیں وہی اصل میں ہمارا ازلی دشمن ہو۔ مثال کے طور پر ہم عقل کی بنیاد پر دیکھیں تو ہمارے سب سے قریب تو یہود کو ہونا چاہیے۔ جو نبیوں کی اولاد ہیں، اہل کتاب ہیں، دو ہزار سال تک مسلسل نبوت و رسالت ان کے پاس رہی۔ یہی وجہ ہے کہ سورۃ البقرہ میں مسلمانوں کو گویا جگایا گیا:

﴿اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ﴾ ''تو کیا (اے مسلمانو!) تم یہ توقع رکھتے ہو کہ یہ تمہاری بات مان لیں گے؟'' (البقرہ:75)

مسلمانوں کے نزدیک اُن کے سب سے بڑے دشمن مشرکین تھے جنہوں نے خانہ کعبہ میں 360 بت رکھے ہوئے تھے جبکہ ان کے مقابلے میں یہود کے بارے میں ان کا خیال تھا کہ وہ ان کے معاون و مددگار ثابت ہوں گے کیونکہ وہ بھی مسلمانوں کی طرح توحید و رسالت کو ماننے والے تھے۔ لیکن اللہ نے واضح بتا دیا کہ اے مسلمانو! یہ تمہاری بہت بڑی بھول ہے:

''جبکہ حال یہ ہے کہ ان میں ایک گروہ وہ بھی تھا کہ جو اللہ کا

کلام سنتا تھا اور پھر خوب سمجھ بوجھ کر دانستہ اس میں تحریف کرتا تھا۔'' (البقرۃ:75)

انہوں نے اپنی پوری تاریخ میں کیا کیا سرکشیاں اور کیا کیا عہد شکنیاں کی ہیں تمہیں اس کا علم نہیں ہے اور بہت سی ایسی باتیں ہیں جن کی وجہ سے یہ تمہارے دشمن ہیں۔ ابھی تم ان کو نہیں جانتے۔ لہٰذا ان سے کوئی توقع مت رکھو۔

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ وَ النَّصٰرٰۤى اَوْلِیَآءَ ۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ؕ وَ مَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۵۱﴾﴾ ''اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو اپنا دلی دوست (حمایتی اور پشت پناہ) نہ بناؤ۔ وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ اور تم میں سے جو کوئی ان سے دلی دوستی رکھے گا تو وہ ان ہی میں سے ہوگا۔ یقیناً اللہ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔'' (المائدہ)

اس آیت میں بعض چیزیں قابل توجہ ہیں۔ حضورﷺ کے دور سے ذرا قبل یہود و نصاریٰ کی آپس میں بڑی دشمنی تھی۔ ان کے مابین بہت بڑی بڑی جنگیں بھی ہو چکی تھیں۔ اسلام کی دعوت پھیلنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی اسلام دشمنی میں ایک ہو گئے مگر پھر بھی ان کا آپس میں اتنا قریبی تعلق نہیں تھا کہ جس کو دوستی قرار دیا جا سکے۔ مگر آج قرآن کی یہ بات پوری ہو چکی ہے کہ یہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست اور مددگار ہیں۔ والد محترم ڈاکٹر اسرار احمد فرمایا کرتے تھے کہ یہ قرآن نے پیشین گوئی کی تھی جو آج پوری ہوئی ہے کہ واقعتاً جو آنحضورﷺ کے دور سے پہلے ایک دوسرے کے خونی دشمن تھے آج یک جان دو قالب ہیں۔ ان کا ایجنڈا اب بالکل ایک جیسا ہو گیا ہے۔ لیکن ہمارے ہاں ایک طبقہ وہ ہے کہ جو اپنے انداز سے قرآن کی تشریح کرتا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ یہ اس دور کے لیے راہنمائی تھی جب یہ آیات نازل ہوئی تھیں، آج کے لیے نہیں۔ دراصل یہ طبقہ ایک ایسا من پسند اسلام پیش کرنا چاہتا ہے کہ جس پر یہود و نصاریٰ کو کوئی اعتراض نہ ہو۔ ''چلو تم ادھر کو ہوا ہو جدھر کی'' اس طرز کی زندگی بھی گزار سکیں اور اسلام بھی سلامت رہے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ آیات فٹ ہی آج کے دور پر ہوتی ہیں۔ اس وقت اسلام کے خلاف اکٹھا ہونے کے باوجود ان میں بہت دوریاں تھیں اور دوستی کا تو نام و نشان تک نہیں تھا۔ مگر آج ان میں ہر لحاظ سے ہم آہنگی بھی ہے، گہری دوستی بھی ہے اور ایک دوسرے کے مددگار بھی ہیں۔ آگے فرمایا:

﴿لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا الْیَهُوْدَ وَالَّذِیْنَ اَشْرَكُوْا ۚ﴾ ''تم لازماً پاؤ گے اہل ایمان کے حق میں شدید ترین دشمن یہود کو اور ان کو جو مشرک ہیں۔'' (المائدہ:82)

اسلام سے جو اصل دشمنی ہے وہ یا تو یہود میں ہے یا مشرکین میں ہے۔ حالانکہ مذہبی لحاظ سے دونوں میں زمین و آسمان کا بُعد ہے۔ یہود نبیوں کی اولا ہیں، دین و شریعت کے علمبردار رہے ہیں اور طویل عرصہ تک اللہ کی نمائندہ اُمت رہے ہیں۔ جبکہ شرک کا نظام اس کے بالکل برعکس ہے۔ لہٰذا ان دونوں میں تو سب سے زیادہ دشمنی ہونی چاہیے۔ لیکن قرآن کہہ رہا ہے کہ تمہارے سب سے بڑے دشمن یہود اور مشرکین ہوں گے۔

﴿فَتَرَى الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ یُّسَارِعُوْنَ فِیْهِمْ﴾ ''تو تم دیکھتے ہو ان لوگوں کو جن کے دلوں میں روگ ہے وہ انہی کے اندر گھسنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں''

قرآن مجید کے دیگر مقامات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مرض نفاق ہے۔ منافق اُس وقت بھی تھے اور ان کا گٹھ جوڑ یہود کے ساتھ تھا۔ ان کی دوستیاں بھی انہی کے ساتھ تھیں، وہ مدد اور سپورٹ کے لیے بھی انہیں کے پاس جاتے تھے، اسی طرح وہ ان کی خوشامد بھی کرتے تھے۔ اللہ کے دین کے دشمنوں کے ساتھ دوستیاں رکھنا، ان کو خوش رکھنے کی کوشش کرنا، ان سے تعلقات قائم رکھنا، یہی منافقت کی سب سے بڑی علامت ہے۔ ہمارے ہاں بھی آپ دیکھ سکتے ہیں کہ کیا ہو رہا ہے؟ جو بھی حکمران آتا ہے وہ امریکہ کو خوش کرنے کی پوری کوشش کرتا ہے۔ اس کا سب سے پہلا ہدف ہی یہ ہوتا ہے کہ امریکہ کی گڈ بکس میں آ جاؤں۔ اس لیے کہ پوری دنیا کی قوت کا مرکز اسی کو سمجھ لیا گیا ہے۔

پریس ریلیز 26 جنوری 2018ء

امریکی ڈرون حملے پاکستان کی خودمختاری کو کھلا چیلنج ہیں

پنجاب اور کراچی میں پولیس کی جانب سے ماورائے عدالت قتل کر دینا انصاف کے تقاضوں کے سخت خلاف ہے

اسلام کا نظام عدل و قسط قائم کریں تا کہ انصاف سستا اور سب کے لیے ممکن ہو سکے

حافظ عاکف سعید

امریکی ڈرون حملے پاکستان کی خودمختاری کو کھلا چیلنج ہیں۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ اُنہوں نے کہا کہ ہمارے ائیر چیف نے کہا تھا کہ ڈرون حملے اب برداشت نہیں کیے جائیں گے اور ہم امریکی ڈرون مار گرائیں گے۔ لیکن حسبِ معمول ہم نے امریکی ڈرون گرانے کی بجائے صرف زبانی احتجاج پر اکتفا کیا۔ اُنہوں نے سوال کیا کہ اگر امریکہ اپنے صدر ٹرمپ کے ٹوئیٹ کے مطابق مزید آگے بڑھتا ہے تو کیا ہمارا رویہ معذرت خواہانہ ہی رہے گا؟ پنجاب اور کراچی میں پولیس کی جانب سے ماورائے عدالت قتل عام کے رجحان کی مذمت کرتے ہوئے اُنہوں نے کہا کہ یہ ظلم ہے۔ کتنا ہی بڑا ملزم کیوں نہ ہو انتظامیہ کو قانون ہاتھ میں نہیں لینا چاہیے۔ صفائی کا موقع دیئے بغیر ماورائے عدالت قتل کر دینا انصاف کے تقاضوں کے سخت خلاف ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ اسلام حکمرانوں کو اس کی ہرگز اجازت نہیں دیتا۔ کسی بے گناہ کا سزا پانا کسی ملزم کے چھوٹ جانے سے بڑا جرم ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ ہمارا پورا نظام فرسودہ بلکہ مفلوج ہو چکا ہے۔ لہٰذا ہمارا فرض ہے کہ اسلام کا نظام عدل و قسط قائم کریں تا کہ انصاف سستا اور سب کے لیے ممکن ہو سکے۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی)

سارے وسائل انہی کے پاس ہیں۔لہٰذا ان سے معاملات ٹھیک رکھنا، انہی کی ڈکٹیشن پر چلنا ہر حکمران کی اولین ترجیح ہوتی ہے۔ایجنڈا وہیں سے آتا ہے کہ اب عائلی قوانین میں یہ یہ تبدیلی کرو۔تحفظ حقوق نسواں کے حوالے سے اب تمہیں یہ کچھ کرنا ہوگا۔جونہی آسمان واشنگٹن سے ڈکٹیشن نازل ہوتی ہے ہم اس کو وحی سمجھ کر فوراً اس پر عمل کرنے میں لگ جاتے ہیں۔ہر مسئلہ کے حل کے لیے بھاگے بھاگے وہیں پر جاتے ہیں، انہیں میں گھستے ہیں۔منافقین مدینہ کا معاملہ بھی یہی تھا۔ان کے بھی یہود کے ساتھ روابط تھے اور بالکل وہی صورتحال آج ہے۔محسوس ہو رہا ہے کہ یہ آیات آج کے لیے نازل ہو رہی ہیں۔فرمایا:

﴿یَقُوْلُوْنَ نَخْشٰٓی اَنْ تُصِیْبَنَا دَآئِرَةٌ ؕ﴾ ”وہ کہتے ہیں ہمیں اندیشہ ہے کہ ہم گردشِ زمانہ (اور کسی مصیبت کے چکر) میں نہ پھنس جائیں۔“

آج کے حکمرانوں کے پاس جواز یہ ہے کہ اگر ہم نے امریکہ کی بات نہ مانی تو ہم کسی مصیبت میں نہ پھنس جائیں۔ انڈیا سے ہمیں خطرہ ہے اور اس سے نبٹنے میں امریکہ ہی ہماری مدد کر سکتا ہے، ہماری معیشت خراب ہے اور اس حوالے سے بھی ہماری مدد امریکہ ہی کر سکتا ہے۔ ہر سطح پر ہمارے پاس دلائل موجود ہیں اور ہر معاملے میں ہم ادھر ہی دیکھ رہے ہیں۔اللہ پر تو ایمان ہے ہی نہیں۔الا ماشاء اللہ۔ٹھیک ہے زبان سے اقرار ہے مگر ایمان کا مفہوم تو کچھ اور ہوتا ہے۔حقیقی ایمان کے تقاضے کچھ اور ہیں۔جن میں سے اول تقاضا یہ ہے کہ توکل صرف اللہ کی ذات پر ہو۔لیکن اگر وہ نہیں ہے تو پھر یہی ہوگا کہ جو دنیا میں بڑے ہیں انہیں کی چاپلوسی ہوگی۔آسمان امریکہ سے جو وحی نازل ہوگی وہی سب سے زیادہ اہم اور سب سے زیادہ مقدس سمجھی جائے گی۔جبکہ وہاں کیا ہے؟ امریکہ کے اندر پالیسیز کس کی چل رہی ہیں؟ یہ بات کوئی مخفی تو ہے نہیں کہ وہاں یہود و نصاریٰ کا ہی اصل میں گٹھ جوڑ ہے۔مگر ہمارے حکمران اپنے اس طرز عمل کے حوالے سے excuse یہ پیش کرتے ہیں کہ مشکل وقت میں ہمیں پھر انہیں کے پاس جانا ہوگا، پھر وہی ہماری مدد کریں گے لہٰذا ان سے تعلقات اچھے رکھنے ضروری ہیں۔آگے فرمایا:

﴿فَعَسَی اللّٰہُ اَنْ یَّاْتِیَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِہٖ فَیُصْبِحُوْا عَلٰی مَآ اَسَرُّوْا فِیْٓ اَنْفُسِہِمْ نٰدِمِیْنَ ﴿۵۲﴾﴾

”تو بہت ممکن ہے اللہ تعالیٰ جلد ہی فتح لے آئے یا اپنے پاس سے کوئی اور فیصلہ صادر فرما دے تو پھر جو کچھ وہ اپنے دلوں میں چھپائے ہوئے ہیں اس پر انہیں نادم ہونا پڑے۔“

حالات اس وقت بھی مشکل تھے۔جیسا کہ غزوۂ خندق کے موقع پر کل عرب کی اسلام دشمن قوتیں اکٹھی ہو کر آ گئی تھیں اور اس وقت بھی ان سب کو جمع کرنے والے یہود تھے۔بظاہر نظر آ رہا تھا کہ اسلام کا دیا اب گل ہونے کو ہے اور مسلمانوں کے پاس بچنے کا اب کوئی راستہ نہیں ہے۔اس صورتحال میں منافقین نے اپنے دلوں میں یہ سوچ چھپا رکھی تھی کہ یہودیوں کے ساتھ بھی ایسی بنا کر رکھو کہ اگر مسلمانوں کو شکست ہو اور اسلام کے مٹنے کا اندیشہ ہو تو ہمارے مفادات تو محفوظ رہیں۔اللہ تعالیٰ نے ان کی اس سوچ کو آشکار کر دیا۔بعد ازاں اللہ نے حالات بھی ایسے پیدا کر دیے کہ لڑائی کے بغیر ہی دشمن بھاگنے پر مجبور ہو گئے اور منافقین کے ہاتھ بھی سوائے ندامت کے کچھ نہ آیا۔

گویا ان کا اللہ پر توکل نہیں تھا بلکہ یہ ظاہری اسباب کو دیکھ رہے تھے۔جبکہ جو سچے اہل ایمان تھے وہ ان مشکل حالات میں بھی اسلام کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا رہے تھے اور منافق ان پر فقرے چست کرتے تھے کہ یہ پاگل ہیں، بالکل بیوقوف ہیں۔آج بھی مسئلہ وہی ہے اور وہی منافقانہ سوچ اور منافقانہ انداز فکر پورے عالم اسلام پر مسلط ہے۔خاص طور پر عالم اسلام کا جو حکمران طبقہ ہے اس کا طرز عمل اسی سوچ کا مظہر ہے۔تب ہی تو اسلام نافذ نہیں ہونے دیتے۔البتہ اگر کہیں اسلام نافذ ہو جائے تو اس کو ختم کرنے کے لیے سارے اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ (جیسے افغانستان اور مصر میں ہوا)۔افغان طالبان کا قصور کیا تھا سوائے اس کے کہ ان کو جب حکومت مل گئی تو انہوں نے شریعت کو نافذ کر دیا۔57 اسلامی ممالک میں سے صرف یہ ایک چھوٹا سا خطہ تھا جہاں اللہ کا قانون نافذ ہوا تھا۔لیکن یہ نہیں کہ تمام عالم کفر اس کے خلاف اکٹھا ہو گیا بلکہ تمام مسلم حکمران بھی اسلام دشمن طاقتوں کی مٹھی میں تھے اور ان سے بھی اقرار کروایا گیا کہ تم ہمارے ساتھ ہو۔ ہم سب نے مل کر اس اسلامی حکومت کا بستر گول کروا دیا۔ یہ ہے منافقانہ طرز عمل کا شاہکار۔کیوں کروایا؟ جواز وہی ایک کہ امریکہ بہت بڑی قوت ہے۔امریکہ کو ہم ناراض نہیں کر سکتے۔ہمیں یہ کرنا پڑے گا۔ورنہ ہم پر کوئی زمانے کی گردش نہ آ جائے۔ہمارا تورا بورا نہ ہو جائے۔تورا بورا تو پھر بھی ہو گیا۔ہم نے سو جوتیاں بھی کھائیں اور سو پیاز بھی کھائے اور اب جو کچھ ہو رہا ہے وہ سب کے سامنے ہے کہ امریکہ نے کس طرح آنکھیں پھیری ہیں۔جبکہ اُس وقت امریکہ کی طرف سے کہا یہ جا رہا تھا کہ ہم اس سے قبل پاکستان کو وہ مقام نہیں دے سکے جس کا وہ حقدار تھا، ہم نے وعدے پورے نہیں کیے۔مگر اب پاکستان کا مقام ایک سرونٹ کی بجائے ایک دوست کے طور پر برقرار رہے گا۔یہ ہے وہ منافقت کا انجام جو دنیا میں بھی نظر آ رہا ہے۔ جبکہ اگر ہم قرآن سے راہنمائی لیتے تو وہ صاف طور پر بتا رہا ہے کہ یہود و نصاریٰ تمہارے سب سے بڑے دشمن ہیں اور اس میں تفریق بھی کی گئی ہے کہ پہلے نمبر پر یہود تمہارے دشمن ہیں اور دوسرے نمبر پر مشرکین ہیں۔جن کا اس وقت نمائندہ ملک دنیا میں بھارت ہے۔یہ دونوں کس طریقے سے اس وقت ہمارے گرد گھیرا تنگ کر رہے ہیں۔ حالانکہ ان کی آپس میں کیا قدر مشترک ہے سوائے اسلام دشمنی کے؟ بہرحال اب ہمیں اپنی خیر منانی چاہیے۔گھیرا تنگ سے تنگ ہو رہا ہے۔اب آپ کیا کریں گے۔کہاں کہاں سجدے کریں گے۔ہاں ایک ذات ہے جو بچا سکتی ہے اگر ہم اس کے وفادار ہوں۔آگے فرمایا:

﴿وَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَہٰٓؤُلَآءِ الَّذِیْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰہِ جَہْدَ اَیْمَانِہِمْ ۙ اِنَّہُمْ لَمَعَکُمْ ؕ﴾ ”اور (اُس وقت) اہل ایمان کہیں گے کیا یہ وہی لوگ ہیں جو اللہ کی قسمیں کھا کھا کر کہتے تھے کہ وہ تو تمہارے ساتھ ہیں۔“

اُن مشکل حالات میں یہ حضور ﷺ کے پاس آ کر یقین دہانیاں کراتے تھے کہ ہم تو آپ کے وفادار ہیں لیکن عملاً ساری ہمدردیاں اور دوستیاں یہود کے ساتھ تھیں اور اپنے مفادات کے لیے تھیں۔

﴿حَبِطَتْ اَعْمَالُہُمْ فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِیْنَ ﴿۵۳﴾﴾ ”ان کے تمام اعمال اکارت ہو جائیں گے اور وہ خسارے والے بن کر رہ جائیں گے۔“

یعنی انہوں نے اگر زندگی میں کوئی اچھا کام کیا بھی ہے تو اس منافقت کی وجہ سے وہ اکارت ہو جائے گا۔ ہمارے ہاں بھی اسی طرز عمل کا رجحان ہے۔خاص طور پر پرویز مشرف نے جو کیا اس لحاظ سے تو وہ سب سے بڑا مجرم ہے لیکن مجرم ہم سب بھی ہیں کیونکہ اس کے فیصلے کے خلاف کھڑے نہیں ہوئے۔وہ بھی کہا کرتا تھا کہ میں مسلمان ہوں اور میں نے بیت اللہ کی چھت پر کھڑے ہو کر اللہ اکبر کی صدا لگائی تھی۔ہم سب بھی یہی کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں لیکن خود دیکھ سکتے ہیں کہ ہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ کھڑے ہیں یا پھر اللہ اور رسول ﷺ کے دشمنوں کے ساتھ کھڑے ہیں؟ اگر ایسا ہے تو پھر ہمارا مسلمان ہونا اور ہمارے باقی اعمال کس کام آئیں گے۔یہ بھی اس آیت کی روشنی میں واضح ہو رہا ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں اُس بڑے خسارے سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

سلسلہ وار
56 مطالعۂ کلامِ اقبال

انجینئر مختار فاروقی
0301-6998587
Email:hikmatbaalgha@yahoo.com

دراسرارِ شریعت 5

23 نیست ایں کار فقیہاں اے پسر ۔۔۔ با نگاہے دیگرے او را نگر

اے بیٹے! یہ کام صرف فقیہوں (لفظی اور قانونی موشگافیاں کرنے والوں) کے بس کا نہیں ہے اس کو (قانون کی بجائے) کسی اور نگاہ سے دیکھ

24 حکمتش از عدل است وتسلیم و رضاست ۔۔۔ بیخ او اندر ضمیر مصطفیٰ ﷺ است

شریعت کی حکمت عدلِ اجتماعی اور تسلیم و رضا ہے اس کی جڑ (بنیاد) مصطفیٰ ﷺ کے ضمیر یعنی ان درست رویوں کی تعلیمات میں ہے

25 از فراق است آرزوہا سینہ تاب ۔۔۔ تو نمانی چوں شود 'اُو' بے حجاب

(اس) فراق ہی کی وجہ سے (ہر مخلص مسلمان کے) سینے میں آرزوئیں مچل رہی ہیں اگر وہ بے حجاب ہو جائے گا پھر تو باقی نہیں رہے گا

26 از جدائی گرچہ جاں آید بلب ۔۔۔ وصل 'اُو' کم جو، رضائے 'اُو' طلب

اگرچہ صدیوں سے عدلِ اجتماعی کی جدائی کی وجہ سے جان لبوں پر آجاتی ہے تاہم تو اس کے وصل کی تلاش کم کر، اس (اللہ تعالیٰ) کی رضا کا طالب بن

27 مصطفیٰ ﷺ داد از رضائے 'اُو' خبر ۔۔۔ نیست در احکامِ دیں چیزے دگر

محمد مصطفیٰ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی رضا طلبی (کے اونچے درجات) کی خبر دی ہے دین کے تمام احکام میں اس کے علاوہ کوئی اور چیز مقصود نہیں ہونی چاہیے

23۔ اے نوجوان! یہ مسئلہ فقہی سے زیادہ اجتماعی عدل سے متعلق ہے اس مسئلے کو قانون کی بجائے کسی اور زاویے اور نگاہ سے دیکھنے کی ضرورت ہے۔ آج علم کی گہما گہمی اور فروغ کے باوصف بہت سے بنیادی انسانی مسائل روزِ اوّل کی طرح حل طلب ہیں۔ جانوروں میں سے کونسا جانور حلال ہے اور کونسا حرام ہے۔ کم از کم انسانی لباس کیا ہے؟ مردوں کے لیے اور عورتوں کے لیے۔ صاف ظاہر ہے کہ ان مسائل کو خالق ارض وسماء کی نگاہ سے یا آسمانی ہدایت اور وحی کی روشنی میں دیکھنے کی ضرورت ہے۔ لباس کا مسئلہ ہے اس کو مرد طے کریں گے تو لباس کی حدود و قیود اور ہوں گی اور عورتوں کو یہ اختیار ہو تو لباس کی ہیئت اور ہو گی۔ تاجر اور فیشن ڈیزائنر طے کریں گے تو مرد و زن کا لباس مختلف ہو گا۔ ان مسائل کو فی الحقیقت ایک علیحدہ ہمدرد، عادل، علیم، خبیر اور رحیم اور مشفق ہستی یعنی خالق کائنات کی روشنی میں دیکھنے کی ضرورت ہے مسئلہ اتنا مشکل نہیں صرف 'انا' کا مسئلہ ہے۔

24۔ اس مسئلہ کی بنیادی حکمت 'عدلِ اجتماعی' ہے اور خالق و مالک کے سامنے تسلیم و رضا ہے، بس۔ اس مسئلہ کی بنیاد ضمیر مصطفیٰ ﷺ یعنی وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ (ہم نے آپ ﷺ کو تمام جہانوں کے لیے صرف رحمت کامل بنا کر بھیجا ہے) کی روشنی اور نقطۂ نظر سے دیکھنے کی ضرورت ہے۔ یہی اس مسئلے کا اطمینان بخش حل ہے۔ اور یہی حل سابقہ آسمانی ہدایت یعنی تورات اور انجیل میں بھی تھا۔

25۔ اس بنیادی انسانی مسئلے میں سے آسمانی ہدایت اور سیرت و تعلیماتِ مصطفیٰ ﷺ کو نکال دینا ہی آج کے انسانی مسائل کی اصل وجہ ہے۔ دنیا کو بے خدا بنا کر پیش کرنا اور سیکولر نظامِ تعلیم اور سیکولر معیشت و سیاست کو عام کرنے سے ہی آج دنیا تباہی کے کنارے کھڑی ہے۔ علامہ اقبال کے اس پیغام (پیام مشرق) اور تبصرے کے بعد جنگ عظیم دوم (1939ء تا 1945) ہوئی تھی اور آج کا انسان اسی سیکولر اور خدا بیزار سوچ اور فکر کی وجہ سے ایک تیسری جنگ عظیم کے قریب کھڑا ہے۔ افسوس کہ کوئی سمجھانے والا بھی نہیں ہے۔

26۔ انسانیت کی تباہی کی یہ سامنے موجود حالت کی وجہ یہ ہے کہ اے انسان! تو باقی نہیں رہا۔ انسانیت اور باہمی ہمدردی کے جذبات ختم ہو گئے۔ آج یہ جذبات غیر مسلم اور مغربی اقوام میں انسانوں کے ہاتھوں سے نکال کر حکمرانوں اور UNO کو دے دیے گئے ہیں اور وہ کسی خاص نقطۂ نظر یعنی مغربی استعماری نقطۂ نظر سے ہی جہاں UNO کے پانچ مستقل ارکان کا مفاد ہو وہیں رقوم لگاتی (INVEST کرتی) ہیں۔

27۔ آسمانی ہدایت کا آخری ایڈیشن یعنی قرآن حکیم جو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو عطا ہوا، اس کو ذرا بھی خدا شناسی اور انسانی (روح + جسد) نقطۂ نظر سے پڑھو تو حقیقت سامنے آئے گی کہ دنیا میں اعمال و افعال انسانی صرف کاروباری منفعت کے لیے نہیں بلکہ رضائے خداوندی کے لیے ہونے ضروری ہیں۔ آج حکمران تاجر بن کر حکومتی وسائل کو استعمال کر کے اپنے اثاثے بنا رہے ہیں جبکہ پہلے حکمران 'سَیِّدُ الۡقَوۡمِ خَادِمُہُمۡ' کا نمونہ ہوتے تھے۔ درحقیقت آسمانی ہدایت اور خداشناسی کا نتیجہ یہی ہے کہ اللہ کی رضا کی خاطر انسانیت کی خدمت کرو۔ حکمران درویش ہوں اور خدا ترس ہوں تو عوام مطمئن اور خوشحال ہوں گے۔ بقول اقبال

مسلماں فقر و سلطانی بہم کرد
ضمیرش باقی و فانی بہم کرد
ولیکن الاماں از عصر حاضر
کہ سلطانی بہ شیطانی بہم کرد

یہ چیز وفاق کے لحاظ سے درست نہیں کہ کوئی صرف پنجاب پر قبضہ کر کے وفاق پر قبضہ کر لے۔ اپوزیشن جماعتیں یہ جانتی ہیں کہ جب تک پنجاب سے ن لیگ کو نہیں ہرایا جائے گا وہ اقتدار کی طرف نہیں بڑھ سکتے: ایوب بیگ مرزا

دھرنوں کے پیچھے اگر بیرونی ہاتھ ہو بھی تو اس میں کامیابی کی دلیل یہ نہیں ہوگی کہ آپ کے مطالبات پورے ہوئے یا نہیں ہوئے بلکہ اس کا مقصد انتشار پیدا کرنا اور ملک کو معاشی اور سیاسی لحاظ سے کمزور کرنا ہو سکتا ہے۔: رضاء الحق

مال روڈ شو: مقاصد کیا ہیں؟ کے موضوع پر

حالات حاضرہ کے منفرد پروگرام "زمانہ گواہ ہے" میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

میزبان: آصف حمید

سوال: مال روڈ پر اپوزیشن جماعتوں کا مشترکہ جلسہ کتنا کامیاب رہا اور اس کے موجودہ سیاسی صورتحال پر کیا اثرات مرتب ہوں گے؟

ایوب بیگ مرزا: طاہر القادری سانحہ ماڈل ٹاؤن کا ایشو لے کر میدان میں آئے تھے اور اس میں وہ اس حد تک تو کامیاب ہوئے ہیں کہ انہوں نے اس معاملے میں بہت سی اپوزیشن جماعتوں کو اکٹھا کر لیا اور یہ قرار دیا کہ سانحہ ماڈل ٹاؤن اب عوامی تحریک یا طاہر القادری کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ یہ تمام اپوزیشن جماعتوں کا مسئلہ ہے۔ اس پر وہ خود تو کافی پُرجوش ہیں لیکن باقی اتحادی اتنے زور سے ان کی ہاں میں ہاں ملاتے نظر نہیں آتے۔ جہاں تک 17 جنوری کے جلسے کا تعلق ہے تو میری نظر میں وہ ایک فلاپ شو تھا۔ اگرچہ سٹیج پر تو کافی رش تھا، قائدین بھی سارے آئے تھے لیکن سٹیج سے نیچے کوئی رش نہیں تھا۔ یعنی عوام نے اتنی زیادہ دلچسپی نہیں لی۔ مختلف سیاسی جماعتیں جب بھی کوئی اس طرح کا مشترکہ جلسہ کرتی ہیں (سوائے مذہبی جماعتوں کے کسی ایسے جلسے کے جو کسی حساس مذہبی ایشو پر ہو) تو اس کا حشر یہی ہوتا ہے جو اس جلسے میں ہوا۔ اس حوالے سے ایک مثال بیان کی جاتی ہے کہ ایک بادشاہ نے اعلان کیا کہ کل شاہی برتن میں ہر شخص دودھ کی ایک بالٹی لا کر ڈالے گا۔ ہر شخص یہی سوچ کر کہ اتنے دودھ میں اگر میں ایک بالٹی پانی کی ڈال دوں گا تو کسے پتا چلے گا، پانی ڈالتا گیا۔ صبح جب اُٹھ کر بادشاہ نے دیکھا تو برتن میں سارا پانی ہی پانی تھا، دودھ کہیں بھی نہیں تھا۔ یہی حشر مال روڈ جلسے کا بھی ہوا۔ ہر جماعت ایک دوسرے کی طرف دیکھتی رہی جس کی وجہ سے بہت کم لوگ جلسے میں آئے اور جو آئے ان میں بھی زیادہ تر عوامی تحریک کے لوگ تھے گویا اتنا شور مچانے کے باوجود سانحہ ماڈل ٹاؤن قادری صاحب کا اپنا ہی مسئلہ رہا۔ سب کا مسئلہ نہ بن سکا۔

سوال: جلسے کا انعقاد تو سانحہ ماڈل ٹاؤن کے ایشو پر ہوا تھا مگر قائدین کی تقریروں کا موضوع کچھ اور ہی رہا۔ اس کی کیا وجہ تھی؟

ایوب بیگ مرزا: کہنے کی حد تک تو یہ جلسہ سانحہ ماڈل ٹاؤن کے ایشو پر تھا اور کسی حد تک قادری صاحب

مرتب: محمد رفیق چودھری

کے لیے بھی یہ بنیادی مسئلہ ہے لیکن اصل مقصد اس کی آڑ میں ٹارگٹ پنجاب میں ن لیگ کو بنانا ہے۔ چونکہ الیکشن بالکل سر پر ہے اور اپوزیشن جماعتیں یہ جانتی ہیں کہ جب تک پنجاب سے ن لیگ کو نہیں ہرایا جائے گا وہ اقتدار کی طرف نہیں بڑھ سکتے۔ کیونکہ قومی اسمبلی کی 270 سیٹوں میں سے نصف سے زائد سیٹیں پنجاب کی ہوتی ہیں اور پنجاب میں اس وقت ن لیگ کی حکومت ہے۔ لہٰذا یہ جو کہا گیا کہ رانا ثناء اللہ استعفیٰ دے، شہباز شریف استعفیٰ دے تو چونکہ نواز شریف کی نااہلی کے بعد اب شہباز شریف ہی ن لیگ کو لیڈ کر رہے ہیں۔ اس لیے درحقیقت یہ سارا شو شہباز شریف کی پنجاب میں سیاسی پاور کو کمزور کرنے کے لیے تھا۔

سوال: آصف زرداری شہدائے ماڈل ٹاؤن کے قصاص کی بات تو کرتے ہیں لیکن اپنی شہید بیوی کے قصاص کی بات نہیں کرتے، کیا وجہ ہے؟

ایوب بیگ مرزا: دیکھئے! زرداری کا مال روڈ جلسے میں آنا اور بلوچستان اسمبلی کا تحلیل ہونا، ان دونوں واقعات میں تعلق ہے۔ ایک طرف زرداری چاہتے ہیں کہ پنجاب میں پیپلز پارٹی کو جو نقصان پہنچا ہے اس کا ازالہ کیا جائے اور دوسری طرف سینٹ کے انتخابات بھی قریب ہیں۔ بلوچستان میں سیاسی اُکھاڑ پچھاڑ کے پیچھے کوئی اور نہیں تھا سوائے زرداری کے۔ خبریں یہ ہیں کہ زرداری نے سینٹ کے الیکشن میں مطلوبہ نتائج حاصل کرنے کے لیے کوئٹہ میں اربوں روپے خرچ کیے ہیں۔ جس سے اب انہیں وہاں سے سینٹ میں ایک اچھی پوزیشن ملنے کی امید ہے۔ لہٰذا زرداری چاہتے ہیں کہ ایک طرف وہ سینٹ میں کامیابی حاصل کریں اور دوسری طرف پنجاب سے انہیں اگر قومی اسمبلی کے لیے کچھ نشستیں حاصل ہو جائیں تو ان کا دوبارہ صدر بننے کا راستہ ہموار ہو جائے گا۔ کیونکہ پنجاب میں اگر کوئی ایسی حکومت بن جائے جس کو پیپلز پارٹی کی سیٹوں کی ضرورت ہو تو سودا بازی کر کے آصف زرداری آسانی سے اپنا مقصد حاصل کر سکتے ہیں۔ یہ ہے وہ سیاسی کھیل جو اس وقت آصف زرداری کھیل رہے ہیں۔

سوال: اگر یہ دھرنا کامیاب ہو جاتا ہے اور شہباز شریف استعفیٰ دے دیتے ہیں تو اس سے کیا فرق پڑے گا جبکہ الیکشن سر پر کھڑے ہیں؟

رضاء الحق: ہمیں پہلے یہ دیکھنا ہوگا کہ مختلف جماعتوں کے نزدیک اس وقت کامیابی کا معیار کیا ہے۔ پاکستان عوامی تحریک چاہتی ہے کہ شہدائے ماڈل ٹاؤن کو انصاف ملے اور اس کے لیے انہیں دوسری جماعتوں کا ساتھ بھی چاہیے کیونکہ اکیلے وہ یہ کام کر نہیں سکتے۔ پیپلز پارٹی کے نزدیک کامیابی یہ ہے کہ وہ ایک دفعہ پھر پنجاب میں داخل ہو کیونکہ اس وقت وہ پنجاب سے بالکل آؤٹ ہے۔ اس لیے انہیں بھی پنجاب میں داخلے کا کوئی بہانہ چاہیے۔ اسی طرح دوسری جماعتوں کے بھی اپنے اپنے

سیاسی مفادات ہیں اور سب جانتے ہیں کہ پنجاب میں ن لیگ کی حکومت کو اتنا کمزور کر دیا جائے کہ وہ دوبارہ یہاں سے کامیابی حاصل نہ کر سکے۔

سوال: اگر شہباز شریف استعفیٰ دے دیتے ہیں تو اس سے کیا فرق پڑے گا؟

ایوب بیگ مرزا: یوں سمجھ لیجئے کہ سیاسی حوالے سے زمین اوپر اور آسمان نیچے ہو جائے گا۔ کیونکہ اگر شہباز شریف بھی استعفیٰ دے دیتے ہیں تو شریف فیملی بالکل آؤٹ ہو جائے گی اور یہ سب یہی چاہتے ہیں۔ گویا مال روڈ شو کا اصل مقصد یہ تھا کہ شہباز شریف کو آؤٹ کیا جائے۔ اس بات کا طاہر القادری نے واضح اعلان بھی کیا ہے کہ ہمارا اصل مقصد سلطنت شریفیہ کو ختم کرنا ہے اور یہ بات اپنی جگہ بالکل درست ہے کہ مسلم لیگ ن کا تانا بانا شریف خاندان کے ساتھ جڑا ہوا ہے۔ نواز شریف تو باہر ہو گئے اب شہباز شریف ن لیگ کو سنبھالا دیے ہوئے ہیں۔ اگر وہ استعفیٰ دے دیتے ہیں تو اس کے بعد پنجاب میں جو حکومت بنے گی وہ اپوزیشن کی مرضی کی بنے گی اور وہی حکومت آئندہ انتخابات پر اثر انداز بھی ہوگی اور پنجاب میں ویسے بھی تحریک انصاف اپوزیشن میں ہے۔ لہٰذا اس وقت پاکستان کی ساری سیاست کے معاملات شہباز شریف کے گرد گھوم رہے ہیں۔ اگر اپوزیشن اس پوزیشن میں آجاتی ہے کہ وہ اس ستون کو گرادے تو ن لیگ کا صفایا ہو جائے گا۔

سوال: کیا شریف فیملی کے جرائم اتنے سنگین ہیں کہ سب ان کے اتنے خلاف ہو گئے ہیں؟

رضاء الحق: اس کو اگر سیاسی تناظر میں دیکھا جائے تو بات زیادہ سمجھ میں آئے گی۔ اس وقت پنجاب اور وفاق میں پوزیشن ن لیگ کی ہے اور یہ دراصل ایک ہی خاندان کی حکومت ہے یعنی شریف فیملی کی جو کہ 1982ء سے کسی نہ کسی طور حکومت میں ہے۔ پولیس، عدلیہ، سکیورٹی فورسز سمیت تمام محکموں پر سیاسی بھرتیوں کی وجہ سے ان کا کنٹرول ہے۔ لہٰذا اپوزیشن جماعتیں اب اس چیز کو ضروری سمجھ رہی ہیں کہ ان کا کنٹرول ختم کیا جائے تاکہ انہیں الیکشن میں کھلا میدان مل جائے۔ بصورت دیگر الیکشن کمیشن کے تمام قوانین دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں۔

سوال: اگر شریف فیملی نہیں ہو گی تو الیکشن فیئر اینڈ فری ہوں گے؟

ایوب بیگ مرزا: یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ بالکل فری اینڈ فیئر ہوں گے لیکن جو فیملی گزشتہ 37 سال سے اقتدار میں ہے اور خاص طور پر پنجاب پر قابض ہے اور یہ بات وفاق کے لحاظ سے اتنی اچھی نہیں ہے کہ صرف پنجاب پر قبضہ کی وجہ سے وہ وفاق پر قبضہ کیے ہوئے ہیں۔ کیونکہ نہ ان کی بلوچستان میں کوئی پوزیشن ہے، نہ سندھ میں ہے اور نہ KPK میں ہے۔ قومی اسمبلی کی نصف سے زائد سیٹیں چونکہ پنجاب کی ہوتی ہیں اس لیے یہ پنجاب پر قبضہ کر کے پورے وفاق پر قبضہ کر لیتے ہیں۔

سوال: نواز شریف نے شیخ مجیب الرحمان کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ وہ بھی محب وطن تھا۔ اُسے مجبور کیا گیا کہ وہ باغی بن جائے؟

ایوب بیگ مرزا: دیکھئے! یہ ایک بہت ہی خوفناک بات سامنے آئی ہے ان کی طرف سے۔ تاریخ بالکل واضح طور پر گواہی دیتی ہے کہ ایسا نہیں تھا۔ نواز شریف نے کھلم کھلا اسٹیبلشمنٹ پر الزام لگایا ہے کہ مجیب باغی نہیں تھا آپ نے اس کو باغی بنایا ہے۔ اب مجھے بھی آپ باغی بنا رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بات اب عوام کے سامنے آنی چاہیے جس کو اکثر لوگ نہیں جانتے اور وہ یہ ہے کہ 16 جنوری 1972ء کو مجیب ایک امریکن میگزین کو انٹرویو دیتے ہوئے کہتا ہے کہ 1948ء میں جس وقت قائداعظم نے ڈھاکہ یونیورسٹی میں اُردو کو قومی زبان بنانے کا اعلان کیا تھا اسی دن سے میں بنگال کو علیحدہ ملک بنانے کے لیے کام شروع کر چکا تھا۔ پھر ان کی بیٹی حسینہ واجد نے حال ہی میں انٹرویو دیا ہے کہ جب میں اپنے باپ کے ساتھ لندن کے ایک ہوٹل میں ٹھہری ہوئی تھی تو اس وقت ''را'' کے افیسرز آ کر میرے باپ کو ملتے تھے اور ہمیں نقد رقم بھی دیتے تھے۔ یہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ مجیب ایک غدار انسان تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بنگال کی علیحدگی میں سیاستدانوں کے ساتھ ساتھ اسٹیبلشمنٹ کا بھی ہاتھ ہے لیکن یہ کہنا کہ مجیب الرحمان باغی نہیں تھا اسے بغاوت کی طرف اسٹیبلشمنٹ نے دھکیلا، یہ بالکل غلط، جھوٹا اور بے بنیاد الزام ہے اور تاریخ کو مسخ کرنے کی ایک کوشش ہے۔

رضاء الحق: تقریباً دو سال قبل انڈین وزیر اعظم نریندر مودی جب بنگلہ دیش گئے تھے تو وہاں انہوں نے اقرار کیا تھا کہ وہ بھی اس جدوجہد میں شامل تھا جو بنگال کو پاکستان سے علیحدہ کرنے کے لیے ہوئی۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ بنگال کی علیحدگی باقاعدہ ایک ہندو سازش تھی اور مجیب جیسے لوگ بھارت کی کٹھ پتلی بنے ہوئے تھے۔

سوال: اس کا مطلب ہے کہ نواز شریف بھی یہ اشارہ دے رہے ہیں کہ وہ بھی یہی کچھ کر سکتے ہیں؟

ایوب بیگ مرزا: نواز شریف ایسی باتیں خود ایک ایسے وقت میں کر رہے ہیں جب ساری قوم جانتی ہے کہ ان کا جھکاؤ انڈیا کی طرف بہت زیادہ ہے۔ ان کی انڈین حکام سے ذاتی دوستیاں ہیں، ان پر یہ بھی الزام ہے کہ انہوں نے آج تک بھارتی جاسوس کل بھوشن یادیو کا نام نہیں لیا۔ ان حالات میں ایسی باتیں کر کے وہ اپنے اوپر لگنے والے الزامات کو سچ ثابت کر رہے ہیں۔ شیخ مجیب کی بیٹی خود کہتی ہے کہ اگرتلہ سازش کیس صحیح تھا۔ یعنی واقعی مجیب الرحمان غداری کا مرتکب ہو رہا تھا۔ لیکن نواز شریف کہتے ہیں کہ وہ محب وطن تھا۔ انڈیا تو ہمارا کھلم کھلا دشمن ہے، وہ خود اقرار کر رہا ہے کہ مکتی باہنی ہم نے بنائی تھی۔ لیکن نواز شریف ان سب باتوں پر پردہ ڈال رہے ہیں۔

> ساری قوم جانتی ہے کہ نواز شریف کی انڈین حکام سے دوستیاں ہیں اور انہوں نے کبھی کلبھوشن کا نام تک نہیں لیا۔ ان حالات میں وہ شیخ مجیب الرحمان کو حب الوطن کہہ کر اپنے اوپر لگے تمام الزام کو سچا ثابت کر رہے ہیں۔

سوال: ہم واپس دھرنے کی طرف آتے ہیں۔ حقیقت میں تو دھرنا نفاذ اسلام کے لیے ہونا چاہیے۔ بظاہر مطالبہ کچھ رکھنا اور پس پردہ مقاصد کچھ اور ہونا، ان سب باتوں نے دھرنے کو بدنام نہیں کر دیا؟

ایوب بیگ مرزا: دیکھئے! اگر آپ جمہوریت پر یقین رکھتے ہیں اور نظام کو بھی ٹھیک کہتے ہیں لیکن محض سیاسی تبدیلی چاہتے ہیں تو پھر دھرنا بالکل غلط ہے۔ اس صورت میں تبدیلی کا صحیح راستہ انتخابات کا راستہ ہے۔ آپ اپنا نقطۂ نظر عوام تک پہنچائیں اور انہیں اعتماد میں لے کر انتخابات کے ذریعے جو چاہے تبدیلی لے آئیں۔ یا پھر آپ ممبران اسمبلی کو اعتماد میں لے کر تحریک عدم اعتماد لائیں اور ان ہاؤس تبدیلی لے آئیں۔

سوال: کیا احتجاج آئین کا حصہ نہیں ہے؟

ایوب بیگ مرزا: احتجاج تو آئین کا حصہ ہے لیکن دھرنا آئین کا حصہ نہیں ہے۔ دھرنے کا جواز تو اس صورت میں بنتا ہے جب آپ نظام کو درست نہ سمجھتے ہوں، طرز حکومت سے آپ کا اختلاف ہو اور آپ سمجھتے ہوں کہ چاہے کوئی بھی حکومت میں آ جائے لیکن حالات نہیں بدلیں تو پھر آپ کے پاس دھرنے کے سوا کوئی راستہ نہیں رہ جاتا

لہٰذا اب آپ کو حق پہنچتا ہے کہ آپ دھرنا دے کر نظام کو مفلوج کر دیں۔ کیونکہ آپ کا مقصد نظام کو تبدیل کرنا ہے لیکن یہاں ہو یہ رہا ہے کہ جو نظام اور جمہوریت کو ماننے والے ہیں اور انتخابات کے قائل ہیں وہ دھرنوں پر اُتر آئے ہیں اور جو نظام کو تبدیل کرنا چاہتے ہیں وہ بدقسمتی سے انتخابات کی سیاست کر رہے ہیں۔ جس طرح جمہوریت میں دھرنا دینا غلط ہے اسی طرح حکومتیں اگر دھرنوں کا جواز پیدا کریں تو وہ بھی غلط ہے۔ مثال کے طور پر عمران خان چیختا رہا کہ چار حلقے کھول دو۔ جمہوریت کا تقاضا تھا کہ وہ چار حلقے کھول دیے جاتے۔ ممکن ہے دھاندلی ثابت ہی نہ ہوتی اور عمران خان کے غبارے سے ہوا نکل جاتی لیکن حکومت نے تاخیر کر کے معاملے کو خود طول دیا اور یہ بھی غیر جمہوری رویہ تھا۔ برطانوی وزیر اعظم ڈیوڈ کیمرون نے اس مسئلہ پر ریفرنڈم کروایا کہ ہم یورپی یونین میں رہیں یا نہ رہیں لیکن یہ نہیں کہا تھا کہ میری خواہش کے خلاف فیصلہ ہوا تو میں استعفیٰ دے دوں گا۔ لیکن جب ان کی خواہش کے خلاف عوام نے یورپی یونین سے علیحدگی کا فیصلہ کر دیا تو کیمرون خود ہی مستعفی ہو گئے۔ حقیقی جمہوریت یہ ہوتی ہے۔ ہمارے ہاں تو کرپشن کرتے ہوئے رنگے ہاتھوں پکڑے بھی جائیں تو کچھ نہیں ہوتا۔ جس طرح جمہوریت میں دھرنے نہیں ہیں اسی طرح حکومت پر بھی لازم ہے کہ وہ جمہوری رویہ اختیار کرے۔ اگر حکومت جمہوری رویہ اختیار نہیں کرتی بلکہ آمریت کا مظاہرہ کرتی ہے تو پھر دھرنوں کا جواز بن جاتا ہے۔

سوال: پاکستان میں پرامن انتخابات بیرونی دنیا کے مفاد میں ہیں یا پھر یہ کہ دھرنوں کے ذریعے ملک میں انتشار پیدا ہو؟

رضاء الحق: اس حوالے سے باہر کی دنیا تقسیم ہے۔ کچھ ممالک ایسے ہیں جو پاکستان میں انتشار چاہتے ہیں جیسے انڈیا، اسرائیل، امریکہ اور مغربی یورپ وغیرہ۔ کیونکہ وہ چائنہ اور روس کا گھیراؤ چاہتے ہیں اور اس خطہ میں اپنے طویل المدت مقاصد کی تکمیل کے لیے وہ انڈیا کو ایک رول دینا چاہتے ہیں کہ اس خطہ میں پولیس مین کا کردار ادا کرے۔ اس لیے یہ پاکستان کو کمزور دیکھنا چاہتے ہیں۔ جبکہ دوسری طرف چائنہ، روس، خود پاکستان اور افغان طالبان (کیونکہ افغان طالبان آج کل چائنہ، روس، ترکی سے مذاکرات کر رہے ہیں) یہ چاہتے ہیں کہ پاکستان مستحکم رہے۔ لہٰذا قطع نظر اس بات کے کہ انتخابات میں کون جیت کر آتا ہے ہمارے لیے بیرونی حالات کا ادراک ہونا بہت ضروری ہے۔ سلامتی کونسل کا ایک وفد افغانستان کا دورہ کر کے گیا ہے جس میں اقوام متحدہ میں امریکی سفیر نکی ہیلی بھی شامل تھی، اس نے بیان دیا ہے کہ ہم چاہتے ہیں کہ پاکستان افغان طالبان کو دوبارہ مذاکرات کی میز پر لائے۔ انڈیا اور اسرائیل اس وقت بہت سارے معاملات طے کر رہے ہیں اور ان کا اتحاد بڑھتا جا رہا ہے جو کہ مستقبل کے حوالے سے ہمارے لیے انتہائی خطرناک ہو سکتا ہے۔ چائنہ بھی اس بات کو سمجھ رہا ہے۔ جس وقت اسرائیلی وزیر اعظم نتن یاہو بھارت کے 6 روزہ دورے کے لیے عازم سفر ہوا، اس وقت مودی نے کہا کہ اسرائیل ہمارا بہترین دوست ہے اور عین اسی وقت چائنہ کے وزیر خارجہ نے یہ بات کہی کہ پاکستان ہمارا بہترین دوست اور قابل فخر اتحادی ہے۔ اسی طرح روس میں بہت جلد ایک سمت ہو رہی ہے جس میں پاکستان، چائنہ اور روس کے آپس میں دفاعی معاہدے پر دستخط ہوں گے۔ گویا کہ معاملہ بائی پولر دنیا کی طرف بڑھ رہا ہے اور امریکہ تو چاہتا ہے کہ اس خطہ میں بھارت کو استعمال کر کے زیادہ سے زیادہ انتشار پھیلایا جائے حتیٰ کہ جنگ کروائی جائے۔

> اگر آپ جمہوریت پر یقین رکھتے ہیں اور نظام کو بھی ٹھیک کہتے ہیں لیکن محض سیاسی تبدیلی چاہتے ہیں تو پھر دھرنا بالکل غلط ہے۔

ایوب بیگ مرزا: کہا جا رہا ہے کہ افغان طالبان پاکستان آئے ہیں مذاکرات کے لیے۔ اگر تو وہ واقعی افغان طالبان کے حقیقی نمائندے ہیں تو یہ ایک بہت بڑا بریک تھرو ہے۔

رضاء الحق: غالب امکان یہی ہے کہ یہ افغان طالبان کے حقیقی نمائندے ہیں کیونکہ اس سے قبل جب قطر میں مذاکرات ہوئے تھے تو افغان طالبان نے انہیں مسترد کر دیا تھا اور کہا تھا کہ مذاکرات کرنے والے افغان طالبان کے حقیقی نمائندے نہیں ہیں۔ لیکن اس مرتبہ جوان کے ترکی، روس اور پاکستان کے ساتھ مذاکرات ہو رہے ہیں اس کی تردید افغان طالبان نہیں کر رہے۔

سوال: ان حالات میں پاکستان میں جو دھرنا ہو رہا ہے یہ کسی بیرونی طاقت کی ایما پر تو نہیں ہو رہا؟

رضاء الحق: اگر بیرونی ہاتھ ہے بھی تو اس میں کامیابی کی دلیل یہ نہیں ہو گی کہ آپ کے مطالبات پورے ہوئے یا نہیں ہوئے بلکہ اس کا مقصد انتشار پیدا کرنا اور ملک کو معاشی اور سیاسی لحاظ سے کمزور کرنا ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ دھرنوں سے یہ سب نقصان ہوتا ہے۔ دوسرا یہ کہ ہمارے سیاستدان اپنی سیاسی نابالغی کی وجہ سے جو حالات پیدا کر دیتے ہیں ان کو بیرونی قوتیں مزید انتشار پھیلانے کے لیے استعمال کرتی ہیں۔

ایوب بیگ مرزا: اس وقت بھی جو صورتحال بنتی نظر آ رہی ہے اس میں بیرونی ہاتھ ہو یا نہ ہو لیکن ایک بات کلیئر ہے کہ حالات بڑی خرابی کی طرف جا رہے ہیں۔ بلوچستان میں جو کچھ ہوا، مال روڈ شو اور اس کے ساتھ ہی نئی دھرنا سیریز کا اعلان، اسی طرح 20 جنوری کو سیالوی صاحب کا داتا دربار آنا، اس کے بعد رضوی کا جیل بھرو تحریک کا اعلان وغیرہ یہ سب غیر جمہوری ہتھکنڈے یہ ظاہر کرتے ہیں کہ ملک کے اندر گڑبڑ ہے۔ کیونکہ تین چار ماہ تک نئے انتخابات ہونے ہیں، ان سے قبل دھرنوں کے ذریعے حکومت تبدیل کرنے کی کیا تُک بنتی ہے؟

سوال: کیا ملک میں کوئی قوت یہ چاہتی ہے کہ انتخابات نہ ہوں؟

ایوب بیگ مرزا: اسٹیبلشمنٹ تو چاہتی ہے کہ انتخابات ہوں کیونکہ اسٹیبلشمنٹ نے انتخابات نہ ہونے کے نتائج بھگتے ہیں اور ملک نے بھی بھگتے ہیں لیکن اسٹیبلشمنٹ اپنی مرضی کے نتائج بھی یقیناً چاہتی ہوگی اور اس کی بھی ایک وجہ ہے کہ جب آپ فوج پر کھلم کھلا حملہ کریں گے تو یقیناً فوج بھی اپنے دفاع میں کچھ اقدامات کرے گی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ نواز شریف سیاست سے باہر ہیں لیکن اگر شہباز شریف دوبارہ اقتدار میں آ جاتے ہیں تو پھر نواز شریف کو باہر رکھنا ممکن نہیں رہے گا جیسا کہ پہلے بھی یہ ہو چکا ہے کہ مشرف نے ان کو سزا دی تھی اور اس کے مطابق یہ اقتدار میں آ ہی نہیں سکتے تھے۔ مگر افتخار محمد چودھری نے سارا قانون ہی بدل دیا۔ اسی طرح کے حالات بعد میں بھی پیدا ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا اس میں کوئی شک نہیں کہ شہباز شریف اپنے آپ کو اسٹیبلشمنٹ کے لیے قابل قبول بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ لیکن اسٹیبلشمنٹ انہیں قبول کرتی ہے یا نہیں کرتی یہ اس پر منحصر ہے۔

سوال: اکثر لوگوں کو یہ اعتراض ہے کہ تنظیم اسلامی ایک دینی جماعت ہے اس کو سیاست میں نہیں ہونا چاہیے۔ کیا ان کا یہ اعتراض درست ہے؟

ایوب بیگ مرزا: جو لوگ یہ کہتے ہیں ان کا فہم دین صحیح نہیں ہے۔ دیکھئے! نبی اکرم ﷺ نے مسجد نبوی میں سیاست کی ہے۔ اور کتنی پاکیزہ سیاست کی ہے احادیث سے واضح راہنمائی ملتی ہے کہ بنی اسرائیل کے انبیاء (باقی صفحہ 13 پر)

قارئین پروگرام "زمانہ گواہ ہے" کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جا سکتی ہے۔

سلطانی و شیطانی بہم کرد

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

پاکستان میں صرف ایک کام روز افزوں ترقی پر ہے۔ ملکی اثاثے بیچنے کا کام، سبھی کچھ باری باری برائے فروخت/ نجکاری کے نام پر، سرکاری ہوٹل، پی ٹی سی ایل، بینک سبھی کچھ اونے پونے داموں متنازع نجکارا گیا! اب باری پر لگے ہیں ایک وقت کی مایہ ناز فضائی کمپنی پی آئی اے، جسے بڑی محنت سے بتدریج تباہ کیا گیا ہے۔ نیز اسٹیل مل بھی۔ عذر یہ ہے کہ یہ سفید ہاتھی ہیں۔ یوں تو پاکستان میں بہت کچھ سفید ہاتھیوں کی قبیل سے ہے جسے غریب عوام اپنے خون پسینے سے پالتے ہیں۔ سیاست دانوں، حکمرانوں، صدارتی محلات، وزراء کی فوجِ ظفر موج سمیت، سرکاری افسران، سول عسکری سبھی! عوام خطِ غربت کے نیچے جا جا کر بیٹھتے چلے جاتے ہیں تو ان بڑوں کے ناز نخرے اور پروٹو کال ہوٹر کی گاڑیاں فراٹے بھرتی ہیں۔ آخر یہ سارے سیاست دان ایک غریب ملک کی کرسی پر براجمان ہونے کو لاکھوں کروڑوں کی سرمایہ کاری کیوں کرتے ہیں؟ اربوں کھربوں بنانے کے لیے! دھرنوں کی دھما چوکڑی دیکھیئے۔ کینیڈا کا شہری اٹھ اٹھ کر اس مسکین ملک میں آئے دن دوڑا چلا آتا ہے اور گرج برس کر لوٹ جاتا ہے۔ ایک دوسرے کے دشمن، ٹانگ گھسیٹنے والے یکا یک ایک ہی راگ کیوں الاپنے لگ جاتے ہیں۔ جو کل تک ایک دوسرے کے بھانڈے پھوڑتے ہمیں رازہائے درون خانہ سے آگاہ کر رہے ہوتے ہیں یکا یک کیونکر مل بیٹھتے ہیں؟ ڈوریاں کہاں سے ہلتی ہیں؟ جوڑ توڑ کہاں ہوتے ہیں؟ بلوچستان اسمبلی میں یکا یک تختہ کیونکر الٹنے پر آجاتا ہے؟ انگلی کہاں سے اٹھتی ہے؟

ایک طرف بھارت اسرائیل مل مل کر ہمارے خلاف منصوبہ بندیاں کر رہے ہوں۔ امریکہ الگ گھرک رہا ہو۔ معاشی جھٹکے لگ رہے ہوں۔ سی پیک ملک میں امن اور استحکام کا متقاضی ہو لیکن ملک ایک کشاکش، کشمکش، افراتفری، انتشار، رسہ کشی، دھینگا مشتی کا سماں پیش کر رہا ہو؟ یہ سارا ہی سونڈیں لہراتے سفید ہاتھیوں کا جنگل ہے جن کے سموں تلے عوام چیونٹیوں کی طرح مسلے، کچلے جاتے ہیں! کیا کچھ نہ بکا! 2001ء میں مشرف نے چادرِ زہرہ بیچی، نظریۂ پاکستان بکا، اسلام بکا، چادر تلے سے بیٹی عافیہ بکی، قومی حیا اور غیرت بکی، ضمیر بکے، حسن و جمال بکا، فیشن ریمپ پر، بل بورڈ پر چڑھ کر بکا، Veet کے اشتہاروں، مقابلہ ہائے حسن میں بکا، جوان لڑکیاں ہر شاپنگ مال میں، پیٹرول پمپوں پر، چوراہوں پر ترقی کے نام پر ٹریفک کنٹرول کرنے کو لاکھڑی کیں۔ شرم و حیا بیچ دی۔ خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد! اور اب معصوم بچوں بچیوں کا بچپن انٹرنیٹ کی بھیانک مغربی شیطانی دنیا میں بکا۔ کہیں پھول کلیاں مسل کر چیتھڑا لاشوں کی صورت۔ کہیں متعفن کرداروں کے ہاتھوں ننھے دل دماغ میں باقی زندگی کے لیے نفسیاتی طور پر درندگی کے ہاتھوں کچلے جانے کے زخم ثبت کر کے۔ پیسے کے پجاری، حرص و ہوس کے بھیڑیوں نے بیچا۔

2001ء کے بعد کی دنیا نے مغرب میں ہر سطح پر پھیلے فکری، عملی سوائن فلو کے خنزیری جراثیم پوری دنیا میں پھیلا دیئے۔ پاکیزہ مسلمان جوانوں حفاظ، علماء کو دہشت گردی، کے پروپیگنڈے میں دھکیل کر عقوبت خانوں کی نذر کرتی دنیا روزانہ کی بنیاد پر زینب، عاصمہ جیسے سانحوں کی صورت بے نقاب ہو رہی ہے۔ ملٹی بلین ڈالر کی ناپاک جنسی جرائم کی صنعت کو پاکستان میں بھی بزنس پارٹنر میسر آگئے۔ تف ہے اس نام نہاد تہذیب و ترقی پر! بحرِ مردار کی گندگی میں لتھڑے می ٹو کی بےہودہ گو حرافاؤں کی مظلومیت کی ناپاک داستانیں، بے محابہ اختلاط مرد و زن کی شتر بے مہاری کے نتیجے میں، جنسی ہراسانی کی ہر سطح پر سکینڈلوں بھرے سیاہ کرتوت، کرۂ زمین کو گٹر کی سی ابلتی اخلاقی سڑاند نے ایسا بنا دیا کہ مہذب شرفاء دل دماغ آنکھیں لپیٹ کر چاند پر جا بیٹھنا چاہیں۔

یہ دنیا کتنی مختلف ہے افغان طالبان کی اس دنیا سے جسے بدلنے کے لیے امریکہ نے 2001ء میں افغانستان پر حملہ کیا۔ پاکستان کو موجودہ دلدل میں دھکیلنے کی تمام تر وجوہات اس جنگ سے منتھی ہیں جس کی آگ میں کود کر ہم نے اپنا سب کچھ تباہ کر ڈالا۔ خود برطانوی صحافی ایوان ریڈلے کی گواہی تازہ کر لیجئے۔ اسلام اور مسلمان بمقابلہ آج طوفانِ مغرب کے ہاتھوں چر کے کھاتی تہذیب کا فرق دیکھئے۔ طالبان کی قید میں رہ کر مسلمان ہونے والی ایوان (مریم) نے کہا: میں لوگوں کو بتاتی رہتی ہوں کہ میں اس حوالے سے بہت خوش قسمت واقع ہوئی ہوں کہ مجھے امریکہ کی بجائے روئے زمین کے سب سے زیادہ برے اور وحشی لوگوں کی قید میں رہنے کا موقع ملا۔ مجھے مسلسل چھ دن تک ایک ائیر کنڈیشنڈ کمرے میں رکھا گیا (غریب، بے نوا طالبان کی مہمان نوازی!) جس کی چابی تک مجھے دے دی گئی۔ میرے ساتھ ہمدردی اور احترام کا سلوک کیا گیا۔ مجھے ذہنی یا جسمانی طور پر ہراساں کرنے، کسی قسم کی اذیت دینے یا حملہ کرنے کی کوشش نہیں ہوئی۔ وہ مجھے مسلسل بتاتے رہے کہ وہ مجھے خوش رکھنا چاہتے ہیں اور یہ کہ میں ان کی بہن اور مہمان ہوں۔ (2004ء میں انٹرویو میں گوانتاموبے جیل اور کابل کے قید خانے کا موازنہ کرتے ہوئے جواب دیا!)

سو معاملہ خواہ دنیا بھر میں جنگ کی آگ بھڑکا کر انسانیت کو بھسم کرنے والے امریکہ کا ہو یا ہمارے (اور دیگر مسلم دنیا کے) سفید ہاتھیوں کا ہو۔ ذرا ایک نظر موازنہ (حقیقی) اسلام سے کر دیکھئے (عمرانی روحانیت یا قادری اسلام نہیں)، چہ نسبت......! بقول اقبالؒ:

مسلماں فقر و سلطانی بہم کرد
ضمیرش باقی و فانی بہم کرد
و لیکن الاماں از عصرِ حاضر
کہ سلطانی و شیطانی بہم کرد!

(مسلمان/ اسلام نے تو بادشاہی اور فقر، بندے اور رب تعالیٰ کو یکجا کر دیا۔ لیکن دورِ حاضر سے اللہ اپنی امان میں رکھے جس نے بادشاہی اور شیطانیت کو اکٹھا کر دیا!)

مثلاً ٹرمپ/ نیتن یاہو/ مودی اور مسلم دنیا کہاں ان سے کم ہے! ذرا نگاہ خیرہ کر دینے والے یہ کردار بھی تو ایک نظر

دیکھئے! سیدنا ابوبکرؓ موت کو قریب پا کر آخری وقت کی تیاری میں ہیں۔ خلافت سیدنا عمرؓ کے سپرد ہو رہی ہے۔ گھر والوں سے کہتے ہیں، دیکھو جب سے میں خلافت میں آیا ہوں میرے مال میں کتنا اضافہ ہوا ہے اس کو میرے بعد کے خلیفہ کے حوالے کر دو۔ جب حساب کیا تو ایک غلام جو آپ کے بچوں کو اٹھایا کرتا تھا اور ایک اونٹ جو آپ کے باغ کو سیراب کرتا تھا۔ ہم نے ان کو (غلام، اونٹ) سیدنا عمرؓ کے پاس بھیج دیا۔ ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا: جب سے میں نے خلافت سنبھالی ہے ایک درہم و دینار بھی مسلمانوں کا نہیں کھایا ہے۔ لیکن ہم نے ان کے بھوسی دار غلے کھائے ہیں اور موٹے کپڑے پہنے ہیں اور مسلمانوں کے مال میں سے میرے پاس قلیل و کثیر کچھ بھی نہیں سوائے اس حبشی غلام اور اونٹ کے جو بیت المال کو لوٹا دیا ہے۔ یہ وہ ہستی ہے جس نے وصال نبی ﷺ کے بعد جھوٹے نبیوں کے فتنے، انکارِ زکوٰۃ اور ارتداد کے فتنے کو سخت ہاتھوں سے نمٹا۔ ریاست کو زبردست استحکام بخشا۔ فتوحات عراق اور شام کی مضبوط بنیاد ڈالی جس کی تکمیل سیدنا عمرؓ کے ہاتھوں ہوئی۔ مسلمانوں کو معاشی طور پر قوی کر کے دنیا سے رخصت ہوئے۔ اپنی ذات کے لیے کفن بھی نئی چادروں کا گوارا نہ کیا کہ وہ مدینہ کی کسی بیوہ کے کام آئے گا۔

جب خلافت کے لیے سیدنا عمرؓ کا فیصلہ کیا اور انہیں بلا کر مطلع کیا تو سیدنا عمرؓ نے قبول کرنے سے انکار کر دیا! سیدنا ابوبکرؓ نے انہیں تلوار سے دھمکی دی تو انہوں نے قبول کیا! اللہ پر ایمان، روزِ آخرت کی جوابدہی ان حکمرانوں کو لرزاں و ترساں رکھتی۔ جانتے تھے کہ عام مسلمان صرف اپنی ذات کے لیے اللہ کے ہاں جوابدہ ہے اور حکمران پوری رعایا اور تمام اموال و وسائل کے لیے حساب دہ ہوگا! انہیں دھکا کر منصب سونپنا پڑتا اور یہاں کھینچا تانی، دھینگا مشتی کا ایک طوفان بپا ہے۔ ایک انار اور سو بیمار! وہ منصب کے خوف سے بیمار ہوتے، یہ مارے شوق کے بیمار۔ سیدنا عمرؓ بیعت کے بعد فرماتے ہیں: ''مجھ پر تمہارا یہ حق ہے کہ (ان شاء اللہ) میں تمہارے عطیات اور وظائف میں اضافہ اور تمہاری سرحدوں کو مضبوط کروں۔ اور مجھ پر تمہارا یہ حق ہے کہ تمہیں ہلاکت میں نہ ڈالوں۔ اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو! اور ڈرانے والا خود سب سے بڑھ کر اللہ سے ڈرنے والا ہے۔'' یہاں سب مل مل کر امریکہ سے ڈر اور ڈرا رہے ہیں۔ جہاد دہشت گردی بن چکا۔ شریعت چھپا دی گئی۔ نصاب سے قرآن نکال باہر کیا! نیکی کے احکامات کی تعمیل کروانے اور برائی سے روکنے میں میری مدد کرو۔ (آج حکمران و عوام مل کر نیکی کا گلا گھونٹنے، سافٹ امیج بنانے میں جتے ہیں۔ برائیاں پنپ رہی راج کر رہی ہیں) یہی سیدنا عمرؓ جب ایک مثالی فلاحی مملکت کو بے مثل خوشحالی دے کر اور عدل و انصاف کا گہوارہ بنا کر رخصت ہوتے ہیں تو لوگ مشورہ دیتے ہیں کہ اپنے متقی بیٹے عبداللہ بن عمرؓ کو خلیفہ نامزد کر دیں تو ناراض ہو کر کہتے ہیں: یہی کافی ہے کہ بنی عدی میں سے عمرؓ بن الخطاب نے ساڑھے دس سال یہ بارِ گراں اٹھایا۔ وہی اللہ کے محاسبے اور مسولیت سے چھوٹ جائے تو غنیمت ہے۔ ادھر اپنے ہاں اندھے کی ریوڑیوں کی مانند اقتدار اور مناصب اپنے ہی گھروں میں بٹتے دیکھئے۔ یہ ہے خلافت! جس کی راہ روکنے کو شرق تا غرب سارے کافر و مسلم مل کر جنگ لڑ رہے ہیں۔ کیونکہ اس میں ان کی سیادت کی موت مضمر ہے! یہ طرزِ حکمرانی غارِ حرا سے نور بن کر پھوٹا تھا جسے دنیا بجھانے پر کمربستہ ہے۔

در شبستانِ حرا خلوت گزید
قوم و آئین و حکومت آفرید

☆☆☆

بقیہ : زمانہ گواہ ہے

سیاست کرتے تھے۔ سیاست اگر دین کا جز نہیں ہے تو پھر دین مکمل نہیں ہے۔

جلال بادشاہی ہو کہ جمہوری تماشہ ہو
جدا ہو دین سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

تنظیم اسلامی اگرچہ انتخابی سیاست میں نہیں ہے لیکن وہ انتخابی سیاست کو کوئی حرام شے نہیں سمجھتے۔ تنظیم اسلامی نے اپنے طور پر یہ طے کیا ہے کہ وہ انتخابات میں حصہ نہیں لے گی۔ اس لیے کہ انتخابات کے تقاضے اور ہوتے ہیں۔ پاکستان کی 71 سالہ تاریخ نے بھی یہ ثابت کیا ہے اور پاکستان کے اندرونی حالات اور طبقاتی ساخت ایسی ہے کہ کوئی دینی جماعت انتخابات کے ذریعے یہاں نظام مصطفیٰ ﷺ قائم کرنے میں کامیاب ہو ہی نہیں سکتی۔ البتہ یہ تو ہمارا فرض بنتا ہے کہ جمہوریت میں اگر کہیں ملکی سلامتی اور دین کے لحاظ سے غلط ہو رہا ہو تو ہم عوام اور ذمہ داران کو آگاہ کریں۔ ہم صحیح کو صحیح اور غلط کو غلط کہہ سکتے ہیں۔ چونکہ تنظیم اسلامی نے انتخابات میں حصہ نہیں لینا اس لیے اسے یہ خوف بھی نہیں ہے کہ سچ کہنے سے کوئی ناراض ہو جائے گا اور نہ یہ لالچ ہے کہ خوشامد کر کے کسی کو خوش کیا جائے۔ ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے درس قرآن بھی دیا ہے، دین کی تبلیغ بھی کی ہے لیکن ساتھ عوام کو آگاہ بھی کیا ہے کہ سیاست میں کیا صحیح ہو رہا ہے اور کیا غلط ہو رہا ہے۔ اسلامی نکتہ نظر سے کیا ہونا چاہیے اور کیا نہیں ہونا چاہیے۔

☆☆☆

غلبہ و اقامتِ دین کی جدوجہد کا حُدی خواں | تنظیم اسلامی کی انقلابی دعوت کا ترجمان

ماہنامہ **میثاق** لاہور

اجرائے ثانی: ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

شمارہ فروری 2018ء
جمادی الاولیٰ 1439ھ

مشمولات

☆ زینب کا قاتل یہ نظام ہے! — ادارہ
☆ حکایتِ فسادِ بنی اسرائیل — ڈاکٹر صہیب حسن
☆ لوازمِ نجات: سورۃ العصر کی روشنی میں — شجاع الدین شیخ
☆ مثالی خاتون — عاتکہ علاؤالدین
☆ مقامِ حدیث — عبدالرشید عراقی
☆ اولاد کی تربیت — پروفیسر محمد یونس جنجوعہ
☆ دہشت گردی کا مذہب — محمد ندیم پشاوری

محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا ''بیان القرآن'' باقاعدگی سے شائع ہو رہا ہے!

☆ صفحات: 100 ☆ قیمت فی شمارہ: 30 روپے ☆ سالانہ زرتعاون (اندرون ملک) 300 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور
36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور

پاکستان میں متحدہ نظام تعلیم کا خاکہ

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہم

مرتب: مولانا سعید الامین، کراچی

جامعۃ الرشید احسن آباد کراچی میں منعقد ہونے والی تقریب اسناد و انعامات 15-2014 کے موقع پر حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم کا تقسیم ہند کے بعد پاکستان میں متحدہ نظام تعلیم کے موضوع پر بیان کو تحریر کی صورت میں ضروری حک و اضافے کے بعد قارئین کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔

انہوں نے کہا کہ آج کے اس جلسہ تقسیم اسناد میں مختصراً دو باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ پہلی بات یہ ہے کہ نظام تعلیم کسی بھی قوم کی زندگی، بقاء اور ارتقاء کے لیے ایک بنیادی پتھر کی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ اگر دنیا کے سارے وسائل جمع کر لیں لیکن آپ کا نظام تعلیم درست نہ ہو اور نظام تعلیم کے ذریعے اچھے افراد تیار نہ ہو رہے ہوں تو یہ سارے وسائل رکھنے کے باوجود یہ ایک اجتماعی دیوالیہ پن ہے، جس کا نتیجہ بالآخر تباہی ہے۔ اگر آپ اپنے نوجوانوں کو مستقبل کے لیے صحیح طور پر تیار نہیں کر رہے ہیں، ان کو صحیح تعلیم نہیں دے رہے ہیں، ان کی صحیح تربیت نہیں کر رہے ہیں تو اس کا معنی یہ کہ آپ اپنے مستقبل پر کلہاڑی چلا رہے ہیں اور افسوس یہ ہے کہ ہمارے ملک میں شاید دیگر ہر چیز کی کچھ اہمیت ہے، یعنی سیاست کی اہمیت ہے، انتخابات کی اہمیت ہے، انتخابات کی لڑائیوں کی اہمیت ہے وغیرہ وغیرہ لیکن اگر کوئی چیز سب سے زیادہ نظر انداز کی گئی ہے، جس کی طرف توجہ نہیں تو وہ ہمارا نظام تعلیم ہے۔ اور اسی کا ایک شاخسانہ یہ ہے کہ آج ہم تین مختلف قسم کے نظام ہائے تعلیم کے تحت اپنے بچوں کو تیار کر رہے ہیں، ایک نظام تعلیم دینی مدارس کا ہے، ایک نظام تعلیم سرکاری تعلیمی اداروں کا ہے اور ایک نظام تعلیم ان پرائیویٹ اداروں کا ہے جو انگلش میڈیم یا پبلک اسکول کہلاتے ہیں۔ یہ تین مختلف نظام ہائے تعلیم ہمارے ہاں چل رہے ہیں اور تینوں کے مزاج میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ سارے ملک میں دینی مدارس کی تعداد انیس ہزار ہے جو وفاق المدارس العربیہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ دوسرے وفاقوں کا مجھے علم نہیں ہے لیکن وہ بیس پچیس ہزار سب ملا کر ہوں گے اور ان میں تعلیم پانے والے طلبہ اور طالبات کی تعداد تقریباً تیس سے پینتیس لاکھ تک ہے۔ اگر مجموعی آبادی کے اعتبار سے دیکھا جائے تو یہ تیس پینتیس لاکھ، پوری مجموعی آبادی (اٹھارہ کروڑ) میں ایک تھوڑا سا ہیں، باقی سارا نظام تعلیم کسی اور رخ پر جا رہا ہے۔ خاص طور پر جہاں تک ہمارے پرائیویٹ تعلیمی اداروں کا تعلق ہے، تو وہ کسی اور ہی رخ پر جا رہے ہیں۔

سب سے بڑا نکتہ یہ ہے کہ کسی تعلیمی ادارے کے ذریعہ افراد تیار کرنے کا بنیادی مقصد کیا ہونا چاہیے؟ عام طور پر ہمارے تعلیمی اداروں میں ایک مخصوص ذہنیت پروان چڑھتی ہے اور وہی ذہنیت آگے چل کر ملک کی باگ دوڑ سنبھالتی ہے۔ وہ مخصوص ذہنیت یہ ہے کہ اس دنیا کی سب سے بڑی کامیابی یہ ہے کہ جتنا زیادہ سے زیادہ میں دولت کما سکوں، جتنا زیادہ سے زیادہ میں شہرت پا سکوں، جتنا زیادہ سے زیادہ میں کسی بڑے جاہ و منصب تک پہنچ سکوں وہی میری زندگی کا منتہائے مقصود ہے۔ اس سے آگے کی سوچ عام طور پر تعلیمی اداروں میں موجود نہیں ہے۔ الا ماشاءاللہ

الحمد للہ! مدارسِ دینیہ کے اندر یہ سوچ بحیثیت مجموعی نہیں پائی جاتی۔ اس میں بھی استثناءات ممکن ہیں لیکن بحیثیت مجموعی دینی مدارس سے وابستہ کوئی طالب علم جو بنیادی مقصد لے کر آتا ہے وہ آخرت کو پہلے پیش نظر رکھتا ہے اور دنیا کی دولت و ثروت اور حیثیت اس کے نزدیک ثانوی ہوتی ہے۔ اس کے باوجود ہمارے معاشرے میں علماء کرام کی فرقہ وارانہ اختلافات کا تو بڑا شور ہے کہ ان کے مختلف مکاتب فکر ہے، ان کے مختلف فرقے ہیں لیکن یہ سارے مکاتب فکر اور فرقے بے شک ہیں لیکن میرا خیال ہے کہ کوئی فرقہ یا مکتب فکر دوسرے مکتب فکر کے لوگوں کے بارے میں ایسا لب ولہجہ اختیار نہیں کرتا ہو گا جیسے کہ ہمارے سیاسی رہنما ایک دوسرے کے بارے میں استعمال کرتے ہیں۔ جو الفاظ اور تعبیرات اور لب ولہجہ وہاں ایک دوسرے کے خلاف استعمال کیا جا رہا ہے وہ شاید علماء کرام کے کسی بھی مکتب فکر کے اندر موجود نہیں ہے۔ تو اصل مسئلہ تربیت کا فقدان ہے اور اس کی وجہ سے ہم یہ سارے حالات دیکھ رہے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہماری حکومت اور ہمارے دانشور حضرات تعلیم کی اصلاح کی طرف متوجہ ہوں۔ یہ پہلی بات تھی جو میں عرض کرنا چاہتا تھا۔

دوسری بات یہ ہے کہ حقیقت میں پاکستان کی ضرورت ایک متحدہ نظام تعلیم ہے۔ پاکستان بننے کے بعد سردار عبدالرب نشتر مرحوم نے ایک تعلیمی ادارے کے قیام کا تصور پیش کیا تھا اور اس کے لیے ایک ابتدائی اجلاس بلایا تھا جس میں میرے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع ؒ جو پاکستان کے بانیوں میں سے تھے، کو بھی مدعو کیا گیا تھا۔ اس اجلاس میں حضرت والد ماجد مولانا مفتی محمد شفیعؒ نے ایک بات ارشاد فرمائی تھی کہ پاکستان بننے سے پہلے ہندوستان میں تین قسم کی درس گاہیں تھیں، ایک کی نمائندگی دار العلوم دیوبند کرتا تھا، جس سے علماء کرام پیدا ہو رہے تھے، ایک کی نمائندگی علی گڑھ کرتا تھا، جس سے جدید تعلیم یافتہ افراد پیدا ہو رہے تھے اور ایک کی نمائندگی دار العلوم ندوۃ العلماء کرتا تھا، جس سے ادب اور شاعری اور تاریخ کے جاننے والے زیادہ پیدا ہو رہے تھے۔ یہ تین مختلف طریقے تھے جو انگریز کے زمانے میں ہمارے ہاں جاری تھے۔ اکبر الٰہ آبادی مرحوم نے اپنے ایک قطعے میں ان تینوں پر تبصرہ کیا تھا۔ کہا تھا کہ:

قلب یقظاں ہے مثال دیو بند
اور ندوۃ ہے زبان ہوش مند
اب علی گڑھ کی بھی تم تمثیل لو
ایک معزز پیٹ تم اس کو کہو

یہ انہوں نے اس زمانے کے تینوں نظاموں کے پر تبصرہ کیا تھا، تو میرے والد ماجدؒ نے اس اجتماع میں یہ فرمایا تھا کہ پاکستان بننے کے بعد ہمیں درحقیقت نہ خالص دیوبند کی ضرورت ہے، نہ خالص ندوۃ کی نہ خالص علی گڑھ کی بلکہ ہمیں ایک ایسے متحد نظام کی ضرورت ہے جس میں ہر چیز اپنے مقام پر موجود ہو۔ انگریزی استعمار کے آنے سے پہلے سارے مسلمانوں کا ایک ہی نظام تعلیم ہوا کرتا تھا اور درس نظامی جس کا بار بار ذکر آیا ہے، اس درس نظامی میں جہاں دین پڑھایا جاتا تھا وہاں دین کے ساتھ ساتھ عصری علوم بھی سارے پڑھائے جاتے تھے۔ ہوتا یہ تھا کہ ایک خاص سطح تک دین کی بنیادی تعلیم دینے کے بعد جو طالب علم جس علم میں اختصاص پیدا کرنا چاہتا اس کے لیے راستہ کھلا تھا۔ لیکن دین کی بنیادی معلومات ہر ایک کو حاصل ہو جاتی تھی۔ یہ طریقہ تھا جو اسلاف کے وقت سے انگریزوں کے استعمار کے آغاز تک چلا آیا لیکن انگریزوں

کے استعمار کے آنے کے بعد چونکہ سرکاری تعلیمی اداروں سے اسلام کو اور دین کو دیس نکالا دے دیا گیا اور اس میں اسلام کی تعلیم کا کوئی قابل ذکر حصہ موجود نہیں تھا، اس لیے علماء کرام مجبور ہوئے کہ وہ دارالعلوم دیوبند قائم کر کے کم ازکم اسلامی علوم کو سمٹ کر بیٹھ جائیں۔ ان پر معاش کے دروازے بند کیے گئے۔ انہوں نے قربانیاں دیں۔ انہوں نے فقر و فاقہ اٹھایا۔ موٹا جھوٹا کھا کر کسی طریقے سے موٹا جھوٹا پہن کر اور روکھی سوکھی کھا کر انہوں نے دین کو کم ازکم محفوظ کر دیا۔ دین کے علوم کو محفوظ کر دیا کہ آئندہ نسلیں ان علوم سے فائدہ اٹھاسکیں۔ حضرت والد ماجدؒ نے فرمایا: پاکستان کو ایک ایسے نظام تعلیم کی ضرورت ہے کہ جس میں ایک درجے تک مثلاً دسویں جماعت تک جسے میٹرک کہتے ہیں، تمام علوم ایک ساتھ پڑھائے جائیں اور دین کی اتنی معلومات اس درجے تک سکھا دی جائیں کہ اس کے نتیجہ میں کم ازکم ایک مسلمان کو یہ پتہ چل جائے کہ کیا حلال ہے ؟ کیا حرام ہے؟ کس طرح کی زندگی اس کو جنت میں لے جائے گی اور کس طرح کی زندگی اس کو دوزخ میں لے جائے گی اس کو کم ازکم یہ بنیادی معلومات حاصل ہو جائے، اس کے بعد پھر شاخیں ہوں، کوئی انجینئرنگ کی طرف جا رہا ہے، کوئی میڈیکل سائنس کی طرف جا رہا ہے، کوئی اسلامی علوم کی طرف جا رہا ہے تو ان علوم میں اختصاص پیدا کرے اور مطلوبہ مہارت حاصل کرے۔ یہ نظام درحقیقت ہونا چاہیے تھا لیکن افسوس ہے کہ پاکستان بننے کے بعد بھی ہم اسی غلامی کے طریق کار پر چلتے آئے اور ہم نے اپنے تعلیمی نظام کو بدلنے کی کوشش نہ کی۔ نتیجہ یہ ہے کہ ایک طرف موجودہ سرکاری تعلیم کا نظام ہے کہ اس سے وہ لوگ تیار ہوتے ہیں کہ جن کے دین سے نابلد ہونے کا عالم یہ ہے کہ اگر ان سے سورہ اخلاص پڑھوائی جاتی ہے تو وہ بھی ٹھیک نہیں سنا سکتے۔ نتیجتاً علماء کرام مجبور ہیں کہ وہ اس امت کے دینی ورثہ کی حفاظت کا اہتمام اور ان علوم کا تحفظ کریں جو اسلامی علوم ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ الحمد للہ تمام مدارس میں میٹرک تک کی تعلیم بھی دی جا رہی ہے۔ آج کل لوگ بے سوچے سمجھے اور مدارس کو دیکھے بغیر یہ اعتراضات کرتے ہیں کہ مدارس میں عصری علوم نہیں پڑھائے جاتے۔

لیکن وفاق المدارس میں یہ لازمی ہے کہ درس نظامی میں داخلہ اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک میٹرک تک دنیوی تعلیم نہ حاصل کر لی ہو۔ اس کے بعد علوم اسلامیہ کی تفصیلی تعلیم کا آغاز کیا جاتا ہے۔ تمام تر بے سروسامانی کے باوجود مدارس دینیہ یہ خدمت انجام دے رہے ہیں۔ اگر چہ ان کا اختصاصی میدان علوم اسلامیہ ہیں لیکن اس کے باوجود جس قدر ان سے بن پڑ رہا ہے، دوسرے شعبوں میں بھی اسلامی تعلیمات کو سمونے کی کوشش کر رہے ہیں۔

یہاں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ ہر مسلمان کے لیے ضروری نہیں ہے کہ وہ درس نظامی کا پورا عالم ہو۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ ہر مسلمان کو اتنا علم حاصل ہو جس کو شریعت کی اصطلاح میں فرض عین کہا جاتا ہے۔ اس کو معلوم ہو کہ اسلام کے بنیادی احکام کیا ہیں۔ حلال وحرام میں کیا فرق ہوتا ہے۔ اتنا جاننا ہر ایک کے ذمہ ضروری ہے۔ جہاں تک اسلامی علوم میں اختصاص کا تعلق ہے وہ بذات خود ایک ایسا میدان ہے کہ جس میں ساری زندگی آدمی کھپا دے اور کسی دوسری جانب متوجہ نہ ہو تب کہیں جا کر اس میں وہ گہرائی و مہارت پیدا ہوتی ہے جو کہ مطلوب ہے۔ ان تمام پہلوؤں کو مدنظر رکھتے ہوئے جب تعلیمی نظام میں مطلوبہ اصلاح ہو گی تو مجھے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید ہے کہ بہت بڑا خلا جو ہمارے معاشرے میں موجود ہے، اس کا سدّ باب ہو سکے گا۔ ان شاء اللہ

☆☆☆

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاءاللہ ''جامع مسجد ابوبکر صدیقؓ سعد اللہ جان کالونی، عقب (Admor) ایڈمور پٹرول پمپ نزد سرصاحب زادہ پبلک سکول، پرانا حاجی کیمپ، جی ٹی روڈ، پشاور'' میں

ملتزم تربیتی کورس

11 تا 17 فروری 2018ء (بروز اتوار نماز عصر تا بروز ہفتہ نماز ظہر تک)

کا انعقاد ہو رہا ہے، زیادہ سے زیادہ رفقاء اس میں شامل ہوں

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 091-2262902 / 0345-9183623, 0334-8937739

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت: 36293939-36366638(042)

رفقاء متوجہ ہوں

ان شاءاللہ ''مسجد جامع القرآن کمپلیکس پیپہونٹ نزد نیلور اسلام آباد'' میں

09 تا 11 فروری 2018ء (بروز جمعہ نماز عصر تا اتوار نماز ظہر)

مدرسین کورس (نئے و متوقع مدرسین کے لیے)

کا انعقاد ہو رہا ہے،
زیادہ سے زیادہ مدرسین رفقاء اس میں شامل ہوں،

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 051-2340147, 0334-5309613

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت: 36293939-36366638(042)

اسرائیل سے گریٹر اسرائیل اور پاکستان

محمد فہیم، تیمر گرہ، دیر

لبرل اور آزاد خیال دوست جب موجودہ صورت حال پر اپنے خیالات کا اظہار کر رہے ہوتے ہیں تو وہ کچھ یوں گویا ہوتے ہیں ''کہ عرب ممالک تو اسرائیل کے ساتھ اپنی دوستیاں نبھا رہے ہیں اور ہم (پاکستانی) ہیں کہ اسرائیل کے پیچھے پڑے ہیں اور ہر ایشو پر اسرائیل کے ساتھ دشمنی کا عندیہ دے رہے ہیں۔'' یہ بات وہ پاکستانی عوام کے احساسات کے حوالے سے کہہ رہے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ پاکستانی حکمران خواہ ماضی کے ہوں یا موجودہ (ایک یا دو کے استثناء کے ساتھ) وہ کب کے اسرائیل کو تسلیم کر چکے ہوتے اگر پاکستانی عوام الناس کا ردعمل نہ ہوتا۔ یہی سوچ تقریباً ان تمام عناصر کی ہے جو پاکستان کی تخلیق کو کسی نظریہ یا آڈیالوجی کا مرہون منت نہیں سمجھتے۔ ایسے لوگوں کو یہ بات بڑی عجیب لگتی ہے کہ اسرائیل پاکستان ہی کو اپنا دشمن حقیقی سمجھتا ہے بہ نسبت دوسرے مسلم ممالک کے۔ ایسے عناصر القدس پر یہودی قبضہ اور آگے جا کر امریکی حکومت کا یروشلم کو اسرائیل کا دارالخلافہ تسلیم کرنا عرب ممالک ہی کا مسئلہ سمجھتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے سامنے جب امت مسلمہ کے حوالے سے بات کی جاتی ہے تو ان کو اس سے بھی الرجی ہو جاتی ہے۔ کیونکہ ان کے ذہن میں امت مسلمہ تو درکنار پاکستانی قومیت کے حوالے سے بھی بات نہیں بیٹھتی۔ ان کے ذہن میں قومیت، لسانیت، علاقائیت اور صوبائیت کی تعصب اس حد تک بھری ہوئی ہوتی ہے کہ وہ کسی دوسرے زاویہ سے سوچ نہیں سکتے۔ لہٰذا ایسے عناصر کے لیے پاکستان کو ایک نظریاتی مملکت، پاکستانی قوم کو امت مسلمہ کا اہم جز اور امت مسلمہ بحیثیت کل جیسی اصطلاحات نامانوس اور غیر معقول ہی نہیں ناقابل اعتناء بھی دکھائی دیتی ہیں۔

قارئین اس بات کو سمجھتے ہیں کہ جب ہمارے سیکولر سیاسی رہنما کبھی القدس پر بات کرتے ہیں تو وہ اس کو فلسطینیوں ہی کا مسئلہ قرار دیتے ہیں اور زیادہ سے زیادہ ان پر ظلم کے حوالہ سے بات کر کے ایک مظلوم قوم کے ساتھ انسانی ہمدردی کی حد تک ہی اپنے آپ کو محدود رکھتے ہیں۔ انہوں نے کبھی اس حقیقت کا اظہار نہیں کیا کہ یہ مسئلہ عرب کا نہیں، فلسطینیوں کا نہیں، کسی خاص قوم کا نہیں بلکہ امت مسلمہ کا مسئلہ ہے اور اسے اسی تناظر میں دیکھنا چاہیے۔ بدقسمتی یہ ہے کہ اس حوالہ سے پاکستان کی جو حیثیت ہے اسے بھی نہ اہمیت دی جاتی ہے اور نہ اس سوچ کے حامل عناصر ان خدشات کا ادراک رکھتے ہیں جو بین الاقوامی سطح پر پاکستان کے خلاف سازشوں کی وجہ سے ممکن الوقوع ہو سکتی ہیں۔

سمجھنے والے سمجھتے ہیں کہ دنیائے اسلام کے جتنے بھی ممالک ہیں خواہ عرب ہیں یا عجم ان سب سے زیادہ یہ پاکستان ہی ہے جو اس صیہونی ریاست (اسرائیل) کی آنکھ میں کھٹکتا ہے۔ اور اسرائیل مملکت خداداد پاکستان کو اپنے لئے سب سے بڑا اور خطرناک دشمن سمجھتا ہے۔ اس کے بہت سارے دلائل ہیں جن سے آنکھیں بند نہیں کی جا سکتیں۔ سب سے پہلے تو ایک اہم تاریخی واقعہ کو آج یروشلم کے ساتھ ہونے والے تازہ سانحے کی حساسیت کی روشنی میں اٹھا کر دیکھنا چاہیے۔ وہ یہ کہ جب 1967 کے عرب اسرائیل جنگ میں پڑوس کے عرب ممالک مصر، شام اور اردن مکمل طور پر شکست کھا کر بہت بڑے علاقے سے ہاتھ دھو چکے تو اس فتح کی خوشی میں جشن منانے کے موقع پر اس وقت کے اسرائیلی وزیر اعظم بن گوریان نے کہا تھا کہ عرب ہمارے مقابلہ کی سکت نہیں رکھتے وہ کبھی بھی ہمارے مقابلے میں نہیں آسکیں گے۔ ہمیں اب پاکستان کے لیے تیاری کرنا ہوگی کیونکہ ہمارا مقابلہ اب اسی ہی سے ہے۔'' یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ اتنے متعدد مسلم ممالک میں اسرائیل کو پاکستان کیوں سنگل آوٹ کرنا پڑا۔ عربوں کے علاوہ کیا انڈونیشیا، ملائشیا، افغانستان، ایران، دوسرے خلیجی ممالک، دوسرے عرب ممالک، المغرب کے ممالک اور افریقہ کے کسی ایک ممالک، مسلم ممالک نہیں ہیں؟

آئیے سمجھیں کہ اس وقت اسرائیلی وزیر اعظم نے جس وجہ سے پاکستان کو خاص کر کے اپنے خبث باطن کا اظہار کیا تھا وہ یہ کہ اسرائیل کو پاکستان کی فوج کی صلاحیت اور اہلیت کا پورا پورا اندازہ تھا اور یہ کہ اسے یہ بھی معلوم تھا کہ اس فوج کے دل میں ایک جذبۂ اسلام موجزن ہے اور اس کا عقیدہ ہے کہ وہ ایک ایسی مملکت کی محافظ ہے جو نظریۂ اسلام یعنی لا الٰہ کی بنیاد پر وجود میں آئی ہے۔ کوئی اور مسلم ملک ابھی تک نظریاتی بنیاد پر وجود میں نہیں آیا۔ اسرائیل خود بھی مذہب کی بنیاد پر وجود میں آنے کا دعوے دار ہے لیکن یہ جھوٹا دعویٰ ہے کیونکہ اہل علم جانتے ہیں کہ اسرائیل ایک Racial سٹیٹ ہے جو ایک نسل (اسرائیل) کی بنیاد پر وقوع پذیر ہوا ہے۔ بدقسمتی سے ہم پاکستان میں سات دہائیاں گزرنے کے باوجود بھی اس نظریہ کو عملی طور پر بروئے کار نہ لاسکے۔ بلکہ وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ ہم اپنے ہدف سے دور ہوتے جا رہے ہیں۔ اس کی تازہ مثال سرکاری طور پر حالیہ ترمیم تھی جو قانون ختم نبوت میں کی گئی تھی اور جس میں حکومت وقت کی پوری کارفرمائی شامل تھی۔ یہ بھی ریکارڈ پر ہے کہ ہمارے نااہل شدہ وزیر اعظم بھارت اور پاکستانی قوم کو ایک ہی قوم کہہ چکے ہیں اور دونوں ملکوں کے درمیان حد فاصل کو ایک لکیر سے تعبیر دے چکے ہیں۔ تاہم الحمد للہ نظریہ موجود ہے اور پاکستان کی سمجھنے والی اکثریت کے دل اس سے معمور ہیں جو ان شاء اللہ کسی بھی وقت عملی شکل اختیار کر سکتا ہے۔ یہ ہدف ہمارے سامنے بالکل واضح ہے اور ایسی بات نہیں کہ قوم بحیثیت مجموعی اسے بھول چکی ہے اگرچہ اسے عملی شکل دینے کے لیے اس وقت جو پاکستانی مسلمان جدوجہد کر رہے ہیں وہ یقیناً تھوڑے ہی ہیں۔ دوسرا یہ میڈیا کا زمانہ ہے اور یہ بے خدا اور لادین میڈیا دراصل ایک مخصوص مغربی ایجنڈا کو لیے ہوئے ''سیکولر مقاصد اور ''سیکولر اسلام'' ہی کو پروموٹ کر رہی ہے۔ اور قوم ابھی دین کو بحیثیت ایک نظام عدل وقسط اور نظام اجتماعی نافذ کرنے میں ناکام رہی ہے۔

پاکستانی قوم خواہ کتنی بے عمل ہو لیکن دین کے ساتھ اسے ایک جذباتی لگاؤ اور تعلق ہے۔ جب بھی کسی طرف سے دین کی دیوار میں نقب لگائی گئی پاکستانی قوم نے زبردست ردعمل دکھایا۔ قانون ختم نبوت، قادیانیت کا مسئلہ، القدس کا مسئلہ اور اس جیسی دوسرے واقعات شاہد ہیں کہ پاکستانی قوم نے ایسے مواقع پر اپنے جذبات کا موثر اظہار کیا ہے۔ تاریخی طور پر تحریک خلافت کے نام سے ہندوستان میں مسلمانوں نے ترکی میں جو Symbolic خلافت تھی اور جسے اتاترک نے ختم کیا تھا۔ اُس پر جس پیمانے پر ردعمل دکھایا اس کی نظیر برصغیر کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ یہ اتنی بڑی اور زوردار تحریک تھی کہ مسلمانوں کے دشمن ہندو مہاتما گاندھی کو بھی اپنی سیاسی ضرورت کے

پیش نظر اس میں شرکت ناگزیر ہو گئی۔

یہ بات شاید بہت سے لوگوں کے علم میں نہ ہو کہ گریٹر اسرائیل کے نقشہ میں جس پر 1897ء ہی سے قدم بقدم کام ہوتا رہا ہے مدینہ منورہ کا ارض اقدس بھی شامل ہے۔ خدانخواستہ اگر اسرائیل کچھ ایسی حرکت کر بیٹھے تو پھر پاکستانی عوام کا جو ردعمل ہوگا وہ وقت کی پاکستانی حکومت کو خواہ کتنی ہی سیکولر کیوں نہ ہو کارروائی کرنے پر مجبور کیے بغیر نہیں چھوڑے گا۔ اور اسی میں اسرائیل کی بربادی وتباہی یقینی ہی ہے (ان شاء اللہ)۔ یہ وجہ ہے کہ اسرائیل پاکستان کی وجود کو اپنے لیے بہت بڑا خطرہ سمجھتا ہے۔ حالیہ جو امریکہ، بھارت، اسرائیل گٹھ جوڑ ہے اور پاکستان کے اندر جو ''کلبھوشن'' والی تخریب کاری کے نٹ ورک ہیں یہ اسی سلسلہ کی کڑیاں ہیں۔ پاکستان میں اندرونی سبوتاژ، فرقہ واریت، دہشت گردی، مذہب کے نام پر قتل مقاتلہ، عبادت گاہوں (مساجد، امام بارگاہ، چرچ وغیرہ) پر حملے وغیرہ کی شکل میں ظہور پذیر ہو رہی ہیں سطور بالا میں جو 1967ء میں اسرائیلی وزیراعظم کے بیان کا ذکر کیا گیا ہے اس وقت پاکستان ایٹمی طاقت نہیں تھا۔ اب تو پاکستان ایٹمی طاقت ہونے کی وجہ سے اسرائیل کو اور بھی کھٹکتا ہے۔ اور ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ (الحمد للہ) اسرائیل ہمارے میزائیلوں کی رینج میں ہے۔ تاریخی طور پر یاد کیجیے کہ یہودی امریکی وزیر خارجہ کسنجر نے گورنر ہاؤس لاہور میں پاکستان کے وزیراعظم مرحوم ذوالفقار علی بھٹو کو ایٹمی پروگرام کو ترقی دینے پر خطرناک انجام کی دھمکی دی تھی اور امریکیوں نے بہر حال اس دھمکی پر عمل کر دکھایا۔

یہ ملک چونکہ مملکت خداداد ہے لہٰذا جب ہم اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے اسے خطروں میں دھکیلتے ہیں تو اللہ تعالیٰ غیب سے کوئی معجزہ رونما کر کے اسے بچا ہی لیتا ہے۔ ہوا یہ کہ بھٹو کی شہادت کے بعد سوویت یونین نے افغانستان پر حملہ کیا تو اس وقت جنرل ضیاء الحق نے امریکہ کو افغانستان میں پوری مدد فراہم کی اور اس احسان کے بدلے امریکی حکومت نے بھی ہمارے ایٹمی پیش رفت پر (مجبوراً) آنکھیں بند کر لیں اور اللہ تعالیٰ نے وہ پورا موقع فراہم کیا کہ ہم کسی امریکی دباؤ کے بغیر اپنا ایٹمی پروگرام آگے بڑھاتے گئے۔

یہ ہے وہ صورت حال جس میں اسرائیل گریٹر اسرائیل کی طرف قدم بڑھاتے ہوئے محسوس کرتا ہے اور بجا محسوس کرتا ہے کہ پاکستان اس کی راہ میں ایک آہنی چٹان ہے۔ لہٰذا وہ ہر حربہ استعمال کر کے پاکستان کو زک پہنچانے کی تدابیر کرتا ہے۔ مغرب اور خصوصاً امریکہ اس کے پشت پر ہیں۔ امریکہ کیسے مرحلہ وار اقدامات کر کے اسرائیل کے لیے راہ صاف کر رہا ہے۔ عراق کے کویت پر حملہ کے بہانے امریکہ نے سعودی عرب اور خلیج میں اپنی فوجیں اتار دیں، نائن الیون کے بہانے افغانستان کو تہہ وبالا کر دیا۔ WMD کے بہانے عراق کی اینٹ سے بجادی۔ جب دیکھا کہ شام کے علاوہ اسرائیل کا کوئی دشمن نہ رہا تو وہاں وہ خانہ جنگی شروع کرادی جس کو ختم کرنے کے لیے اب کسی کے پاس کوئی علاج نہیں۔ عرب ممالک کا تیا پانچہ کر ہی لیا۔ اور اب عرب راجدھانیوں کے اکثر حکمران ایک سے ایک بڑھ کر اسرائیل کے سامنے سجدہ ریز ہو رہے ہیں۔ خود سعودی عرب کے سٹرانگ مین محمد بن سلیمان (ولی عہد) کا ٹرمپ کے یہودی داماد کے ساتھ ذاتی مراسم اب ڈھکی چھپی بات نہیں۔

اب آخری بات یہ ہے کہ امریکہ، اسرائیل اور بھارت جواب پاکستان دشمنی کے لیے ایک مضبوط ٹرائیکا بن چکا ہے، اس کی دلچسپی اس حد تک ہے کہ پاکستان کی ایٹمی صلاحیت ختم کر دی جائے۔ ایک کمزور، مفلوج، غیر ایٹمی اور محتاج پاکستان امریکہ اور اسرائیل کو منظور بھی ہے اور وہ ایسا کرنے کے لیے سب عوامل کو بروئے کار لانے سے گریز بھی نہیں کرتے۔ خدا نہ کرے پاکستان کی ایٹمی صلاحیت کو کچھ ہو جائے اس صورت میں بھارت جو پاکستان کا ازلی دشمن ہے کبھی بھی پاکستان کو ایک دن کے لیے بھی رہنے نہیں دے گا اور وہ اکھنڈ بھارت کے خواب کو پورا کرنے کے لیے پھر ضرور کچھ کرے گا (العیاذ باللہ)

امریکہ پاکستان کو دھمکی پہ دھمکی دے رہا ہے وہ کچھ نہیں کر سکتا اگر ہم اپنے نظریہ کی طرف ثابت قدمی سے بڑھیں اور یہاں پر اسلامی اصولوں پر نظام عدل وقسط کا قیام عمل میں لائیں۔ یہی واحد راستہ ہے کہ ہم دشمن کی تدابیر کو ناکام کر سکیں۔ ہماری سیاسی صورت حال نہایت نازک ہے۔ دشمن گدھوں کی طرح ہمارے مرنے کے انتظار میں ہے۔ تازہ صورت حال بہت ہی غیر یقینی ہے۔ اگر چہ کسی بھی سیاسی یا مذہبی/سیاسی پارٹی کا کوئی بھی کریڈیبلٹی یا قابل رشک صورت حال نہیں تاہم نااہل شدہ وزیراعظم نواز شریف اب اوچھے ہتھکنڈوں پر اتر آئے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے وہ آخری حد تک جانے سے دریغ نہیں کریں گے۔ وہ ''بادشاہی'' چھوڑنے کے لیے تیار نہیں۔ اسے اقتدار کا چسکا لگ چکا ہے کیونکہ 4 دہائیوں سے شریف فیملی کسی نہ کسی شکل میں برسراقتدار آ رہی ہے۔ لہٰذا وہ پاکستان کے مفاد پر بھی سمجھوتہ کرنے سے گریز نہیں کرے گا۔ ان کا سعودی عرب جا کر سعودی حکمرانوں سے ملاقاتیں کسی نئی NRO کے ابتدائیہ تو نہیں؟ ہمیں جاننا چاہیے کہ ہماری سیاست میں بیرونی مداخلت ہمیشہ گھاٹے کا سودا ہی رہا ہے۔ خواہ وہ سعودی عرب کی طرف سے یا امریکہ سے۔ لہٰذا ہمیں ہر طرف نظر رکھنی چاہیے کہ وہ کون سے راستے ہیں جن کے طفیل امریکہ اور دیگر صیہونی طاقتیں اسرائیل سے گریٹر اسرائیل کی طرف بڑھنے کے لیے پاکستان پر مختلف وار کرنا چاہتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ نیتن یاہو کا ایک بہت بڑے وفد کے ساتھ بھارت کا چھ روزہ دورہ بھی پاکستان کے خلاف کسی کارروائی منصوبہ بندی کا حصہ ہے۔ ہمیں سیاسی، ڈپلومیٹک اور عسکری ہر نکتہ نظر سے پاکستان کی سلامتی کے لیے نظریاتی اور اسلامی نظریہ اور جذبہ کے ساتھ متحد ہو کر مزاحم ہونا ضروری ہے۔ نظریۂ پاکستان کی عملی تعبیر ہی پاکستان کی حفاظت کی ضمانت دے سکتی ہے ہم سب کی دعا ہے کہ اللہ پاکستان کو اپنی حفاظت میں رکھے۔ آمین! ☆☆☆

دعائے مغفرت

انا للہ وانا الیہ راجعون

- ☆ ہری پور تنظیم کے رفیق منظور الٰہی اعوان وفات پا گئے۔
- ☆ اسلام آباد، کورنگ ٹاؤن کے امیر اسعد جعفری کے والد آفتاب جعفری جو کہ رفیق تنظیم بھی تھے وفات پا گئے۔
- ☆ لاہور شرقی کے ملتزم رفیق نواز کھرل کی والدہ وفات پا گئیں
- ☆ حلقہ کراچی جنوبی، کورنگی غربی کے ناظم مالیات و دعوت جناب شاہد غالب کی والدہ وفات پا گئیں
- ☆ اسلام آباد، کورنگ ٹاؤن کے ناظم بیت المال خادم حسین کے والد وفات پا گئے
- ☆ اسلام آباد شمالی کے رفیق وقار احمد کے والد وفات پا گئے

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِکَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

Immodesty and its disastrous consequences

Written by: Ayesha Khawaja

Most people crave liberty. Not many people, however, know what to do with it once they obtain it. Pakistan did not.

We have all but lost our moral and ethical base. Ignoring the Word of Allah the Almighty *(SWT)*, we have, for the most part, expunged the word "sin" from our vocabulary and convinced our-selves that it is alright to be defiantly disobedient.

These fruits of freedom (from the shackles of religion)—which include the glorification of shamelessness, along with various perversions, a tremendous emphasis on materialism, and a banishment of Allah *(SWT)* from our practical lives have made ourselves more than deserving of Divine Wrath. Having been given the ultimate privilege of being the *Ummati* of the greatest Prophet *(SAAW)* we should have accomplished some wondrous things. But during the last half-century we have ducked our moral responsibilities and failed to establish or even consider establishing Allah's *(SWT)* Rule on our homeland.

Much has been done that the citizens of this country despise, but we have felt powerless to do anything about these matters. Our leaders have failed us. They should have had enough backbone to stand against the filth and degradation that has been allowed to invade and conquer us. There is no decency or moral values lobby and with Godlessness running amok, those who anguish over this have no course of action.

Our entertainment media has taken a headlong plunge into a moral sewer, and many of us have not even noticed the stench. This nation's collective eyebrow has been raised recently over morning shows but most of that indignation has dissipated. Music is still the "sound of the nation", the cable television has not cleaned itself up; the national channels and others equally insipid are still making available all the nudity and filthy behavior that accompanies it, as does the Internet and its partnering social media. Rappers continue to churn out dialogue laced with profanity. Who are they to make any effort to initiate, maintain, or recognize standards anymore? In the entertainment field, the overriding philosophy appears to be, "I sell; therefore I am." Is money more important than upholding moral principles? Rock stars and actors, models and actresses serve as excellent rotten examples yet they continue to rock.

If only nobody would watch such stuff or buy tickets for concerts!! It is obvious that performers will always want to outdo themselves, seeking to provide something more outrageous than their previous gimmick. They will never say to themselves, "I went too far; I crossed over the boundaries of decency." Apparently, their promoters will not say so, either. Only the consumer can conclude, "I don't want to spend my money on something so foolish, grotesque and against my Faith and everything my Prophet *(SAAW)* upheld." Sadly, today's young people have no education in morals, ethics, or Absolute Truth. They have been taught that human beings are here to have the time of their lives and all they crave is instant gratification. Their parents are much too busy trying to "get ahead" to pay but scant attention to the values being taught to their children.

Those who were raised with Islamic values think that their children will share these views (perhaps absorb them by osmosis). Of course, they could not spare the time to take them to serious Quran study circles, nor did they initiate family discussions on these topics. Then they are shocked when their children commit the unspeakable. Wherever did they get such ungodly ideas? Where, indeed!

To be sure, much more could be said along these lines, but these are sufficient to perhaps explain why we are a people given over to numerous immoralities, and it is difficult to argue otherwise.

Although we started out as a kind, benevolent, deeply religious and caring people, we are now a nation that is spiritually sick. Even those claiming to follow the religion are frequently immoral and sinful as those who make no such profession whatever.

The chickens we have been hatching for a generation or more, incubated by the cable television are coming home to roost now. We've been building a culture that asserts its right to goof around playfully with the kinds of things that should horrify people with any uprightness. The violence, the obsession with the commodification of the female body and beauty, the rampant riba , the domination of Western culture, the bizarre and unwholesome fashion trends—all these are the stock in trade of Western and local music industry, of cable TV, of video stores, of the internet, and of glossy magazines and flashy billboards. We like to kid ourselves into thinking that we're just playing games with all this stuff. But now the horrific consequences of such a reckless lifestyle are beginning to emerge.

It's worth asking whether it's possible to re-shape someone's whole mind-set in a short period of time, a people whose ideals have been shaped a lot more by the influences listed above than by the gallant values of Islamic civilization we'd like to pretend are still dominant…?

Liberty from our roots comes at a costly price. Whereas we would defend ourselves mightily against a foreign attack, we have surrendered with only the feeblest of resistance to the enemy already within our homes. Immodesty and materialism has truly conquered us and left us a vanquished people. We are enslaved to our own lusts and do not mind it. Unless an overwhelming majority of us begin to return to the Majestic Quran and Sunnah, our main kit of survival, we will slip even further into self-indulgent lethargy and immorality.

The Magnificent Quran is still Allah's *(SWT)* only untainted revelation to mankind; and Sunnah the source of spiritual and moral truth. We ought to shrug off our complacency and nonchalance and use all of our energies, resources, talents and abilities to rescue what has been lost and revitalize our Faith to avert Divine Retribution in this life and attain eternal salvation.

==============================

<u>Editor's Note</u>: ***The CM Punjab's latest "Women Emancipation" scheme named "Women on Wheels" (as if it were somehow related to "Meals on wheels") is one example of the moral decadence that has pervaded the society at large. Our ruling elite are involved in promoting the Western narrative with such enthusiasm that it appears as if the Islamic narrative on the issues has become a burden for their political progressiveness. The Advertisement of such schemes done by the governments in our country clearly indicates that women ought to be used as a commodity in order to please the West. The images used for the promotion of this "Feminist Movement" show women in such a partying mode that under other circumstances, anyone doing so would surely be arrested by the authorities for causing public chaos and commotion. But this is the "Brave New World' that our Powers that be are ushering in our homeland…***

ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں رہائش پذیر آرائیں فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 25 سال، عالمہ، ایم اے عربی، بی ایڈ صوم وصلوٰۃ اور شرعی پردے کی پابند کے لیے لاہور سے باشرع اور ہم پلہ لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ:0300-9415151

☆ رفیق تنظیم کو اپنی بیٹیوں عمر 18 اور 25 سال، قد 5 فٹ 3 انچ اور 5 فٹ، تعلیم میٹرک اور ایک سالہ قرآن فہمی کورس کے لیے دینی مزاج کے لڑکوں کے رشتے درکار ہیں۔

برائے رابطہ: 0332-2963130

دعائے صحت کی اپیل

☆ امیر حلقہ جنوبی پنجاب محمد طاہر خاکوانی کے والد محترم کی ٹانگ کا فریکچر ہو گیا تھا جن کا آپریشن ہوا ہے
اللہ تعالیٰ ان کو شفائے کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے۔ قارئین اور رفقاء واحباب سے بھی دعائے صحت کی اپیل کی جاتی ہے۔

VOL : 27 Regd. C.P.L NO. 114 No.05

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore